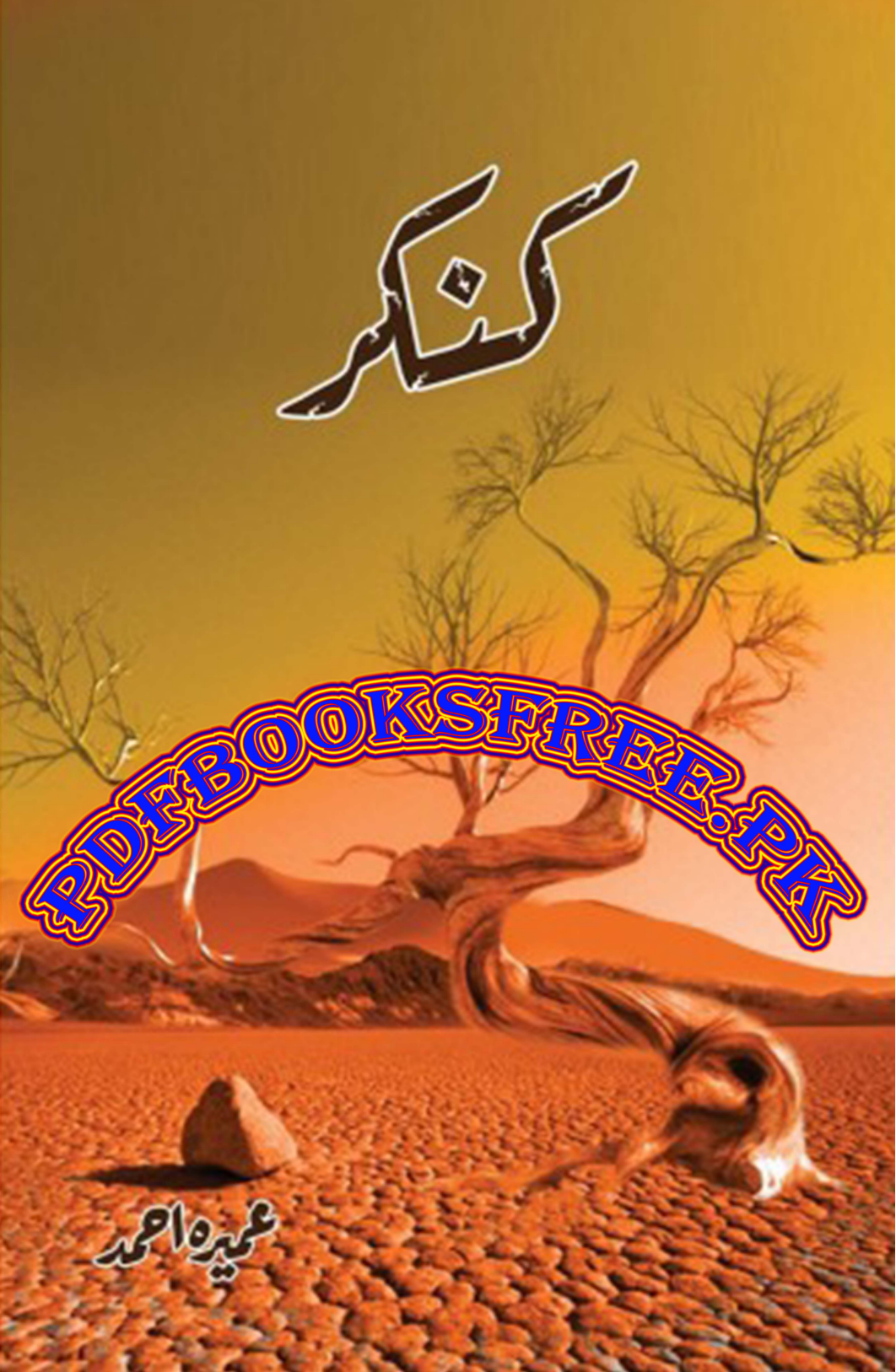
کنکر
PDFBOOKSFREE.PK
عمیرہ احمد

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کنکر

جنید دم سادھے گال پر ہاتھ رکھے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا، جو ہوا تھا اس کی اسے توقع نہیں تھی، پر جواب ہو رہا تھا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، اس کا باپ بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بس ایک ہی جملہ دوہرائے جا رہا تھا۔

"فرح کو کبھی مت مارنا، کبھی مت مارنا"

پھر اس کا باپ اچانک اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"اب تک وہی بلا سر پر سوار ہے، اب بھی صرف اسی کا خیال آتا ہے"

اس نے اچانک اپنی ماں کی بڑبڑاہٹ سنی، ایک عجیب پنڈورا باکس تھا جو اس کے سامنے آ گیا تھا، نہ وہ ماں کی بڑبڑاہٹ سمجھ پایا تھا نہ باپ کی کیفیت۔

دونوں ردِ عمل اس کیلئے حیران کن تھے اور شاید صرف اس کیلئے ہی نہیں وہاں موجود ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اسی کیفیت میں تھا، بیشتر اس کے کہ وہ اپنی ماں سے کچھ پوچھتا وہ کمرے سے نکل گئیں اب ڈرائنگ روم میں وہ، فرح اور اس کی دونوں بہنیں رہ گئی تھیں، چاروں ایک دوسرے سے نظریں چراتے ہوئے ڈائینگ ٹیبل

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کے گرد بیٹھ گئے اور پھر بڑی بے دلی سے انہوں نے ناشتہ شروع کیا تھا مگر کوئی بھی ناشتہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

فرح مسلسل کچھ دنوں سے ضد کر رہی تھی کہ جنید اس کے ساتھ بھور بن چلے، اس کی کچھ کزنز سیر و تفریح کیلئے اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ وہاں جا رہی تھیں اور وہ بھی چاہتی تھی کہ جنید بھی اس کے ساتھ چلے لیکن جنید نہ تو خود بھور بن جانا چاہتا تھا اور نہ ہی اُسے بھیجنا چاہ رہا تھا اور روز روز کی اس بحث و تکرار نے اس وقت ایک سنگین شکل اختیار کر گئی جب آج ناشتے کی میز پر فرح نے اچانک ہی پھر وہی بحث شروع کر دی۔

''پھر تم نے کیا طے کیا ہے؟''

فرح کے سوال نے جہاں جنید کو حیران کیا تھا، وہاں باقی لوگوں کی توجہ بھی ان پر مرکوز ہو گئی تھی، جنید نے ناگواری سے اُسے دیکھا تھا، اُسے توقع نہیں تھی کہ فرح ایک ذاتی معاملے کو اس طرح سب کے سامنے لانے کی کوشش کرے گی۔

''جو طے کیا تھا وہ تمہیں ایک بار نہیں بار بار بتا چکا ہوں اور اب پھر وہ دوہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔''

حیدر نے بیٹے کے اس اکھڑے ہوئے جواب پر فرح اور جنید دونوں کو غور سے دیکھا تھا۔

''میں تمہیں صاف صاف بتا رہی ہوں کہ میں بھور بن ضرور جاؤں گی اور تمہیں بھی ساتھ لے کر جاؤں گی۔''

''میرے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو میں دیکھوں گا تم کیسے جاتی ہو۔''

''تم مجھے روکنے والے کون ہوتے ہو، کیا میرے باپ ہو؟''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

زریں، فرح کے جملے پر تلملا گئی تھیں۔

''فرح شوہر سے کیا ایسے بات کرتے ہیں؟''

''میں نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا کہ مجھے کس سے کس طرح بات کرنی چاہیے اور کیسے نہیں، یہ میرا اور جنید کا معاملہ ہے اس لیے آپ بیچ میں نہ بولیں۔''

بہت روکھے انداز میں اس نے ساس کو جواب دیا تھا، حیدر خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

''فرح تم اپنا منہ بند کرلو تو بہتر ہوگا کیونکہ اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کروں گا، میں تم پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا اور تم مجھے اس پر مجبور کررہی ہو۔'' جنید کی آواز بہت بلند تھی، حیدر بے اختیار اس کا نام پکار اٹھا۔

''جنید۔'' ان کے لہجے میں تنبیہ تھی مگر جنید اس باپ کی طرف بالکل متوجہ نہیں تھا۔

''میں کیوں اپنا منہ بند کروں، جو سچ ہے وہ صاف صاف کہوں گی میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں۔''

سرخ چہرے کے ساتھ جنید اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا تھا۔

''تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔''

''تمہیں تمیز ہے؟'' فرح بھی اسی کے انداز میں کھڑی ہوکر بولی تھی، بے اختیار جنید کا ہاتھ اٹھا تھا مگر حیدر کے زوردار تھپڑ نے اس کے ہاتھ کو گرا دیا تھا۔

اتنی دیر سے غیر جانبدار رہنے والے باپ نے اچانک اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرپرائز دیا تھا۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کرو۔ تمہیں یہ خیال بھی کیسے آیا۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

وہ سکتے کے عالم میں باپ کو چلاتے ہوئے دیکھ رہا تھا، پھر اچانک حیدر نے ڈائننگ ٹیبل پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا تھا اور اچانک وہ اسی انداز میں تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''آج میں جو کر رہی ہوں وہ سب کو برا لگ رہا ہے، تمہیں، لوگوں کو، ہر ایک کو، لیکن یاد رکھنا ایک وقت ایسا آئے گا جب تم خود اس سب کو روکو گے، جو تم نے کیا، تم دیکھ لینا۔''

''ہاں آج تمہاری آخری پیش گوئی بھی پوری ہوگئی۔'' کمرہ لاک کئے سر ہاتھوں میں تھامے وہ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

''تم کیا سوچتی ہو میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا، تمہاری جدائی کا ماتم کرتا پھروں گا یا روؤں گا۔''

اٹھائیس سال پہلے اس نے کسی سے کہا تھا۔

''اب نہیں روؤ گے، کبھی نہ کبھی تو روؤ گے۔'' ایک آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔

''سارہ..... اب تو، اب تو مجھے۔'' وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

☆.....☆.....☆

''سارہ تم ایسا کرو ذرا گھوم پھر کر گھر دیکھو ہم بس تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ آج عالیہ وغیرہ بھی گھر میں نہیں ورنہ وہی تمہیں کمپنی دیتیں۔'' چچی ندیمہ کی بہن نگہت نے اس سے کہا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اس دن وہ چچی ندیمہ کی طرف آئی تھی، اس وقت وہ اپنی بڑی بہن کے گھر جانے کیلئے تیار ہورہی تھیں اور انہوں نے اصرار کرکے سارہ کو بھی ساتھ لے لیا لیکن نگہت کے گھر پہنچتے ہی ندیمہ کا ارادہ نگہت کے ہمسایوں کے گھر جانے کا ہوگیا تھا، جنہوں نے اپنے لان میں نئی آبشار بنوائی تھی اور چچی ندیمہ کو اس قسم کی چیزوں میں پہلے ہی بہت دلچسپی تھی۔

''اب میں آپ کے ساتھ مزید کسی اگلے گھر نہیں جاؤں گی، آپ خود ہی ہو آئیں۔'' سارہ نے ندیمہ چچی کے کہنے سے پہلے ہی انکار کردیا تھا، پھر ندیمہ کی بہن نگہت نے اسے گھر دیکھنے کیلئے کہا تھا اور خود وہ دونوں نگہت کے ہمسایوں کے گھر چلی گئی تھیں، نگہت چند ماہ پہلے ہی یہاں شفٹ ہوئی تھیں اور یہاں آنے کے بعد وہ پہلی بار ان کے یہاں آئی تھی لیکن اس سے پہلے بھی وہ صرف چند بار ہی ان کے گھر آئی تھی اور وہ بھی صرف دو ایک گھنٹے کیلئے۔

کچھ دیر تک کولڈ ڈرنک کے سپ لیتے ہوئے وہ غیر دلچسپی سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتی رہی اور پھر گلاس رکھ کر وہ ڈرائنگ روم سے باہر آگئی، لاؤنج میں ملازمہ ویکیوم کلینر سے کارپٹ صاف کررہی تھی، اسے باہر آتے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

''میں ذرا گھر دیکھ رہی ہوں۔'' اس نے جیسے اپنے باہر آنے کی وضاحت کی تھی۔

''ہاں جی ضرور دیکھیں۔ یہ ادھر والا دروازہ راہداری کا ہے، سارے بیڈ روم اُدھر ہی ہیں اور راہداری کے آخر میں دروازہ لان میں کھلتا ہے۔''

اس نے ہاتھ کے اشارے سے اس کی رہنمائی کرتے ہوئے کہا تھا، وہ سر ہلاتے ہوئے راہداری کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوگئی تھی، باری باری کمروں

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کے دروازے کھول کر اس نے ایک طائرانہ نظر ڈالی تھی اور اندازہ لگالیا تھا کہ کمرہ کس کا ہوسکتا ہے پھر وہ واپس لاؤنج میں آ گئی۔

''یہ سامنے کچن ہے اور وہ اسٹڈی روم ہے۔''

اسے آتے دیکھ کر ملازمہ نے ایک بار پھر رہنمائی کی تھی، اس نے ان ہی سرسری نظروں کے ساتھ کچن اور اسٹڈی روم کو کھول کر دیکھا تھا۔

''اوپر بھی کمرے ہیں؟'' اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔

''ہاں جی اوپر بھی کمرے ہیں، آپ ہو آئیں وہاں سے۔'' وہ اس کی بات پر سر ہلاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ سیڑھیوں کے خاتمے پر وہ پھر ایک راہداری کے سامنے کھڑی تھی، پہلے کی طرح اس نے پھر دروازے کھول کر کمروں میں جھانکنا شروع کر دیا، کچھ کمرے لاکڈ تھے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ ٹھٹھک گئی، دروازے کے بالکل سامنے والی دیوار کے ساتھ قد آدم سائز کے اسٹیریو رکھے تھے، وہ بڑی دلچسپی کے ساتھ اس نیم تاریک کمرے میں آئی تھی، کھڑکی کے پردے کھینچ کر اس نے اسٹیریو کو آن کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ اپنی اس کوشش میں چند لمحوں میں ہی کامیاب ہوگئی تھی۔ کمرہ اچانک ایلوس پر سلے کی آواز سے گونج اٹھا تھا، اس نے فوراً والیم کم کیا تھا۔

کمرے میں بلند ہونے والے میوزک نے اوندھے لیٹے حیدر کو بیدار کر دیا تھا، آنکھیں کھول کر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے کچھ دیر تک اس شور کو سمجھنے کی کوشش کی اور پھر وہ اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا، اس نے اسٹیریو پر جھکی ہوئی لڑکی کو سائیڈ سے دیکھا، ایک نظر ڈالتے ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ اس کی بہنوں میں سے نہیں تھی، یقیناً بہنوں کی فرینڈز میں سے ہوگی لیکن اس طرح منہ اٹھا کر کمرے میں جو داخل ہوگئی تھی، وہ کس قسم کی دوست ہوسکتی ہے، ناگواری کا ایک احساس اس کے اندر پیدا ہوا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''آپ کون ہیں اور یہاں کر رہی ہیں؟'' اس نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا تھا، سارہ اس کی آواز پر چونک گئی تھی۔ اس نے پہلی بار کمرے کا جائزہ لیا تھا اور دائیں طرف دیکھتے ہی ایک لمحے کے لئے اس کا سانس رک گیا تھا۔ بلیک جینز میں ملبوس ایک لڑکا سفید شرٹ پہنتے ہوئے اسے بڑی برہمی سے دیکھ رہا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے یا کیا کرے، جو کمرہ اس کی توقع کے مطابق خالی ہونا چاہیے تھا اب یکدم وہاں پر ایک شخص برآمد ہوگیا تھا اور وہ بھی ایک مرد، وہ ہونقوں کی طرح حیدر کو دیکھتی رہی، شرٹ پہن کر بٹن بند کرتے ہوئے وہ اس کے قریب آگیا تھا، اس جھٹکے سے اس نے اسٹیریو کو بند کیا اور پھر اسی اکھڑے ہوئے انداز میں کہا۔

''میں نے آپ سے کچھ پوچھا تھا؟''

''مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں کوئی ہے۔'' سارہ نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر بالآخر کہا۔

''اوہ ویری ویل، اس کا مطلب ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے تو آپ کو منہ اٹھا کر یہاں آنا چاہیے اور پھر بغیر اجازت چیزوں کو استعمال کرنا شروع کر دینا چاہیے، آپ Guest ہو تو آپ کو آرام سے وہیں بیٹھنا چاہیے جہاں آپ کو بٹھایا جائے یہ نہیں کہ منہ اٹھا کر کمروں میں پھرنا شروع کر دیں۔'' کسی لحاظ اور مروت کے بغیر بڑے کڑوے لہجے میں اس نے سارہ سے کہا تھا۔

''سوری۔'' کسی وضاحت کے بغیر ایک لفظ کہہ کر وہ دروازے کی جانب بڑھ گئی اور وہ جو کسی لمبی چوڑی وضاحت کا منتظر تھا کچھ حیران ہوا تھا۔

''ویسے آپ ہیں کون؟'' دروازے کے قریب پہنچ کر وہ اس کی آواز پر واپس مڑی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''ایک Guest ہوں۔'' بڑے پرسکون انداز میں یہ جملہ ادا کر کے وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ پھر تیزی سے سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آ گئی اور واپس ڈرائنگ روم میں جانے کے بجائے باہر پورچ میں نکل آئی، وہ اس کے پیچھے ہی لاؤنج میں آیا تھا، اب آپس کا غصہ بڑی حد تک ختم ہو گیا تھا۔

''یہ جو ابھی نیچے آئی تھیں یہ کون ہیں؟'' اس نے لاؤنج میں آتے ہی ملازمہ سے پوچھا تھا جو ابھی تک کارپیٹ کو صاف کرنے میں مصروف تھی۔

''پتا نہیں جی، یہ باجی ندیمہ کے ساتھ آئی ہیں، شاید ان کی بھتیجی ہیں۔''

''خالہ ندیمہ آئی ہیں؟''

''ہاں جی۔''

''تو کہاں ہیں وہ؟''

''وہ تو جی بیگم صاحبہ کے ساتھ اصغر صاحب کے گھر گئی ہیں، ابھی تھوڑی دیر میں آ جائیں گی۔

''اور تم نے انہیں گھر میں گھومنے پر لگا دیا۔'' اس نے ملازمہ کو جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔

''نہیں جی، میں نے تو انہیں پھرنے کیلئے نہیں کہا۔ وہ تو بیگم صاحبہ کہہ کر گئی ہیں، انہوں نے تو مجھے بھی کہا تھا کہ میں ان کو گھر دکھا دوں مگر میں کام میں مصروف تھی اس لئے وہ خود ہی گھر دیکھنے لگیں۔'' وہ ملازمہ کی بات پر کچھ شرمندہ ہوا تھا۔

''اب کہاں ہیں وہ، ڈرائنگ روم میں۔''

''نہیں وہ تو باہر نکل گئی ہیں۔'' ملازمہ کے جواب پر وہ ہونٹ بھینچے لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا، سارہ پورچ میں ٹہل رہی تھی اسے دیکھ کر رک گئی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ گھر سے ہی باہر نکل جائیں۔'' اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

''نہیں میں اپنی مرضی سے یہاں آئی ہوں، ویسے بھی چچی آنے ہی والی ہیں۔''

''آپ اندر آجائیں۔''

''نہیں تھینک یو، میں یہاں ٹھیک ہوں۔'' اس نے حیدر کی آفر بڑے اطمینان سے رد کردی۔ وہ کچھ دیر اُسے دیکھتا رہا پھر واپس چلا گیا اور وہ دوبارہ وہاں ٹہلنے لگی۔ شرمندگی اُسے کافی اٹھانی پڑی تھی، اور یہ شرمندگی کا احساس ہی تھا جو اسے باہر لے آیا تھا، کچھ دیر میں چچی آگئیں اور پھر وہ ان کے ساتھ گھر آگئی۔

حیدر نے سارہ کو پہلے صرف ایک بار دیکھا تھا اور تب وہ کافی چھوٹی تھی سو اُس کے لئے اس کا چہرہ نیا ہی تھا، یہی حال سارہ کا تھا وہ حیدر کی بہنوں کو تو اچھی طرح جانتی تھی لیکن حیدر سے اس کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی، البتہ ندیمہ چچی سے وہ حیدر کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہتی تھی چونکہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اس لئے لاڈلہ تو ہونا ہی تھا اور وہ نا صرف لاڈلہ تھا بلکہ خوبصورت اور شوخ بھی تھا، گریجویشن کرنے کے بعد اس نے باپ کے بزنس کو سنبھال لیا تھا لیکن اس کے باوجود اس میں سنجیدگی نام کی کوئی شے نہیں تھی، وہ ہر ایک سے چھیڑ چھاڑ کرتا، ہر ایک پر جملے کستا لیکن چونکہ اس کا مذاق کبھی شائستگی کی حد سے باہر نہیں ہوتا تھا اس لیے کسی کو وہ کبھی برا نہیں لگا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کو کبھی غصہ ہی نہ آیا ہو، وہ غصہ کا بھی اتنا ہی تیز تھا۔ جب غصہ آنا ہوتا تو پھر بس چند لمحے لگتے تھے اور اس کا غصہ تھا بھی طوفانی قسم کا جو چیز اس کے سامنے آتی وہ اٹھا کر پٹخ دیتا، مگر یہ کیفیت بہت دیر تک نہیں رہتی تھی جب غصہ ختم ہوتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اُس ملاقات کے بعد وہ دو چار بار اور سارہ سے ملا تھا یا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس نے سارہ کو دیکھا تھا، ایک بار خالہ ندیمہ کی بیٹھی کی شادی میں اور چند بار جب وہ خالہ ندیمہ کے گھر گیا تھا، لیکن پہلی ملاقات کے بعد دونوں میں کبھی کوئی بات چیت یا سلام دعا بھی نہیں ہوئی تھی، پھر بھی آہستہ آہستہ اس نے سارہ کے لئے وہ جذبات محسوس کرنا شروع کردیئے تھے جو کوئی مرد کسی لڑکی کے لئے کرتا ہے، وہ حیدر جیسی خوب صورت نہیں تھی، وہ سانولی رنگت کی مالک تھی مگر اس کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں، ناک نقشہ بہت تیکھا نہ سہی تو بہت عام بھی نہیں تھا، جہاں اس کی شخصیت کی خاص بات اس کا دراز قد تھا، کندھوں تک اسٹیپس میں کٹے ہوئے بالوں کے ساتھ لمبے کرتوں میں وہ بہت خوبصورت لگتی تھی، ہر دفعہ اس کا سامنا ہونے پر وہ سرسری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سامنے سے ہٹ جاتی تھی۔

''امی آپ اب میرے لئے لڑکی ڈھونڈنا بند کردیں، میں نے آپ کا مسئلہ حل کردیا ہے۔'' اس دن اپنی ماں کے کمرے میں آتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی نگہت نے پلٹ کر بیٹے کو دیکھا جو بڑے اطمینان سے ان کے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

''اچھا کون ہے وہ لڑکی؟''

''خالہ ندیمہ کی بھتیجی سارہ۔'' اطمینان سے کہا ہوا یہ جملہ نگہت کے ہوش اڑا گیا تھا۔

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟'' انہوں نے جیسے اسے گھر کا تھا، وہ جواب میں بڑے دلکش انداز میں ہنسا تھا۔

''بالکل ٹھیک کہا ہے آپ کا بیٹا ہوکر میرا دماغ کیسے خراب ہوسکتا ہے۔''

''حیدر تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''جتنا علم ضروری ہے اتنا میں اس کے بارے میں رکھتا ہوں، مثلاً یہ کہ وہ ایم اے اکنامکس کررہی ہے، اس کے مان باپ کی ڈیتھ ہوچکی ہے۔ اس کے تایا نے اسے پالا ہے اور وہ ان ہی کے پاس رہتی ہے، جائیداد نام کی کوئی شے اس کے پاس نہیں ہے، گھر کے کام کاج میں اسے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں ہے، لوگوں سے زیادہ میل جول بھی نہیں رکھتی، دو چچاؤں سے اس کے تعلقات کشیدہ ہیں اور وہ ان کے گھر جانا پسند نہیں کرتی وغیرہ وغیرہ۔'' حیدر بڑی تفصیل سے اس کے بارے میں بتاتا گیا۔

''اور تمہارے نزدیک ان سب چیزوں کی اہمیت ہی نہیں۔'' نگہت نے جل کر اپنے بیٹے سے پوچھا تھا۔

''As a matter of fact. اگر اس کے تعلقات اپنے چچاؤں سے کشیدہ ہیں تو آپ کیلئے اچھا ہے کہ بہو میکے والوں کی تعریفیں کم کرے گی اور وہاں کم جائے گی، اگر اس کے پاس جائیداد نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آفٹر آل مالی طور پر تو شوہر کو ہی سپورٹ کرنا ہوتا ہے اور میں اس پوزیشن میں ہوں کہ اچھی طرح اسے سپورٹ کرسکوں، گھر کے کاموں میں اگر اسے دلچسپی نہیں تو یہ بھی کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہمارے گھر میں پہلے ہی بہت سارے کام نوکر کرتے ہیں بعد میں بھی وہی کریں گے۔'' وہ بڑے اطمینان سے تمام مسائل کا حل بتارہا تھا۔

''تمہارا دماغ واقعی خراب ہوگیا ہے، وہ ایسی کون سی حور پری ہے کہ ہم اُس کا ہر عیب نظر انداز کردیں، میں نے تمہارے لئے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی دیکھی ہے اور تم احمقوں کی طرح سب سے گھٹیا لڑکی کو سامنے لے آئے ہو، میرے کون سے دو چار بیٹے ہیں جو ایک اگر اپنی مرضی کرلے تو میں دوسروں پر اپنے ارمان پورے کرلوں، میری تو ساری امیدیں تم ہی سے وابستہ ہیں اتنے بڑے بڑے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

خاندانوں سے تمہارے لئے رشتے آرہے ہیں ایسی ایسی خوبصورت لڑکیاں ہیں کہ دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے اور تم ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہ رہے ہو جس کا نہ کوئی آگے پیچھے ہے نہ ہی کوئی شکل وصورت ہے۔''

بڑے غصے سے انہوں نے حیدر کو جھڑکتے ہوئے کہا تھا مگر اس پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا تھا، ان کی باتوں کا جواب دینے کے بجائے وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

''آپ ڈیڈی کو بتادیں اور بہتر ہے کہ ایک دو دن میں رشتہ لے جائیں، جہاں لڑکیوں کو دیکھ کر دنگ ہونے والی بات ہے تو وہ میں بعد میں بھی ہوتا رہوں گا، اس معاملے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ مگر شادی وہیں کروں گا جہاں میں نے کہا ہے۔'' وہ شوخی سے کہتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔

پھر تو گھر میں جیسے طوفان ہی آ گیا تھا، اس کی دونوں بڑی شادی شدہ بہنوں کو بلوالیا گیا تھا کہ شاید وہی اسے کچھ سمجھا پائیں، چھوٹی بہنیں الگ اسے سارہ سے شادی کے مضمرات سمجھاتی رہی تھیں، باپ نے اس شادی کے خلاف سو سو دلیلیں دی تھیں اور ماں تو باقاعدہ واسطے دینے پر اتر آئی تھیں اور جب سب کو ایسا لگنے لگا کہ شاید اب وہ سدھر گیا ہے اور اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے تب اس نے کہا۔

''اچھا تو پھر آپ کب تک سارہ کے ہاں رشتہ لے کر جارہے ہیں؟''

نصیحتوں اور ہدایتوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا گیا تھا مگر نتیجہ پھر وہی تھا، وہ سب کی باتیں خاموشی سے سنتا رہتا، کان کی لو کھینچتا ہوا سب کے چہرے دیکھتا رہتا اور پھر آخر میں وہی ایک بات کہتا اور پھر وہی ہوا تھا جو اس نے چاہا تھا، جب ایک ہفتے تک ماں باپ سارہ کے گھر رشتہ لے جانے پر تیار نہ ہوئے تو آٹھویں دن وہ صبح سویرے ایک بیگ کے ساتھ اپنے کمرے سے برآمد ہوا تھا۔ اس وقت سب

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

ناشتہ کر رہے تھے۔ بڑے اطمینان سے اس نے چند چابیاں اور چند کاغذات چائے پیتے ہوئے باپ کے سامنے رکھ دیئے، سب نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس کے باپ نے کہا تھا۔

''گاڑی، میرے کمرے اور میرے آفس کے درازوں کی چابیاں ہیں اور یہ میری چیک بکس اور آفس کے کاغذات ہیں، میں گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔''

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا وہ ڈائننگ روم سے باہر چلا گیا تھا، سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے، پھر سب سے پہلے نگہت اٹھیں اور تقریباً بھاگتے ہوئے وہ باہر کے گیٹ پر آئی تھیں مگر وہ وہاں نہیں تھا۔

''حیدر کہاں ہے۔'' انہوں نے گیٹ سے باہر جھانکتے ہوئے چوکیدار سے پوچھا، اتنی دیر میں باقی سب بھی پورچ میں آ چکے تھے۔

''حیدر صاحب تو اپنے کسی دوست کے ساتھ گاڑی میں گئے ہیں۔''

چوکیدار نے اطلاع دی، رنگ اترے ہوئے چہروں کے ساتھ سب واپس لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے تھے، پھر یکدم نگہت نے رونا شروع کیا اور ان کی دونوں چھوٹی بیٹیاں بھی انہیں چپ کروانے کے بجائے ان کے ساتھ رونے دھونے میں شریک ہو گئیں۔

شام تک اس کے ایک ایک دوست کے گھر فون کر کے حیدر کے والد اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گیا تھا، اس کا ہر دوست یہی کہتا کہ انہیں اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں۔

تیسرے دن تک ان کا حوصلہ مکمل طور پر ٹوٹ چکا تھا، نگہت اپنے شوہر کے ساتھ اس کے تینوں قریبی دوستوں کے گھر گئیں شروع میں تو انہوں نے صاف منع

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کردیا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے مگر جب نگہت نے منتیں شروع کردیں تو ایک دوست اس کے ٹھکانے کے بارے میں بتانے پر مجبور ہوگیا تھا، وہ ایک دوست کے فلیٹ میں تھا، وہ شام کے وقت اس کے فلیٹ پر پہنچے تھے، بیل بجانے پر دروازہ اسی نے کھولا تھا اور ماں باپ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر کسی حیرانی کے تاثرات نہیں ابھرے تھے وہ خاموشی سے دروازے سے ہٹ گیا تھا۔

''ٹھیک ہے جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا، اب گھر چلو'' نگہت نے اندر قدم رکھتے ہی اس سے کہا تھا اور پھر واقعی ویسا ہی ہوا تھا جیسا وہ چاہتا تھا، نگہت دوسرے دن ہی رشتہ لے کر سارہ کے گھر چلی گئی تھیں۔

سارہ کچھ دنوں سے چچی ندیمہ کے رویئے میں عجیب سی تبدیلی دیکھ رہی تھی اچانک ہی انہوں نے اس سے بول چال ختم کردی تھی اور یہی حال اس کی کزنز کا تھا، وہ اچانک ہی اسے نظر انداز کرنے لگی تھیں، اس نے جب ان کی جانب سے بے رخی دیکھی تو ان کے گھر جانا چھوڑ دیا، وہ پہلے بھی اپنے چچاؤں اور بڑے تایا کے گھر اتنا جایا نہیں کرتی تھی، وہ صرف ان ہی تایا کے گھر رہنا پسند کرتی تھی جہاں وہ شروع سے رہتی رہی تھی۔ تائی اگر بہت اچھی نہیں تھیں تو وہ بہت بری بھی نہیں تھیں، وہ اس پر اتنی روک ٹوک نہیں کرتی تھیں اور اگر کبھی کرتیں بھی تو وہ بڑی خاموش سے ان کے احکام پر عمل کرتی تھی۔

وہ صرف پانچ سال کی تھی جب اس کے ماں باپ ایک حادثے میں مر گئے تھے اور دوسرے نمبر والے تایا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا، اس کا باپ ان ہی کے ساتھ کاروبار میں پارٹنر تھا سو قدرتی طور پر ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ ہی سارہ کو اپنے پاس رکھیں چناں چہ انہیں رکھنا ہی پڑا، ننھیال میں صرف ایک ماموں تھے اور وہ بھی ایک

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

مدت سے بیرون ملک تھے ،بہن اور بہنوئی کی موت پر انہوں نے باہر سے فون کر کے سارہ کے دادا سے تعزیت کی تھی اور یہ کہا تھا کہ سارہ اب ان ہی کی ذمہ داری ہے وہ اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتے ،سونھیال سے بھی اس کا تعلق بہت پہلے ہی کٹ گیا تھا۔

حیدر کا رشتہ صرف اس کیلئے ہی نہیں بلکہ پورے خاندان کے لئے سرپرائز تھا، جب اس کی کزن نے اسے حیدر کی امی کے آنے کا مقصد بتایا تو کچھ دیر کے لئے وہ حیرانی کے عالم میں اس کا منہ دیکھتی رہ گئی، اچانک اسے چچی ندیمہ کی ناراضی کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی، یقیناً اس شادی سے بہت خوش نہیں تھی ، ایسا نہیں تھا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ اسے حیدر ناپسند تھا، وہ خوب صورت تھا اور پھر اس سے بے تحاشا محبت کرتا تھا اور ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کی محبت سے متاثر نہ ہوتی مگر یہ احساس کہ حیدر کے علاوہ اسے کوئی اور پسند نہیں کرتا اسے بے چین کئے رکھتا تھا۔

شادی کے شروع کے کچھ دن تو ہنگاموں میں ہی گزر گئے تھے، روز کہیں نہ کہیں کوئی دعوت ہوتی اور پھر دو ہفتوں کے بعد حیدر اسے ساتھ لے کر ہنی مون کے لئے سوئٹزرلینڈ چلا گیا تھا، وہ سارہ سے اتنے وعدے کرتا تھا کہ سارہ کو یقین کرنا مشکل ہو جاتا تھا وہ بس اس کی باتوں پر مسکراتی رہتی۔

ایک دن وہیں سارہ نے اس سے پوچھا تھا۔

''تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟''

''بس تم سے محبت ہوگئی تھی، تم کو دیکھ کر بہت اچھا لگتا تھا اور جب نہیں دیکھتا تھا تو عجیب سی کمی کا احساس ہوتا تھا صرف تمہیں دیکھنے کیلئے میں کئی بار خالہ ندیمہ کے گھر گیا کہ شاید تم مجھے وہاں نظر آ جاؤ، کبھی تو تم وہاں نظر آ جاتیں اور جب وہاں نظر نہیں آتیں تو میرا دل چاہتا کہ میں کسی بہانے تمہارے تایا والے حصے میں چلا جاؤں مگر

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

ایسا کرنا ناممکن تھا، پتا ہے دو تین بار تو میں تمہیں دیکھنے کیلئے یونیورسٹی بھی گیا تھا پھر میں نے وہاں تمہاری چند تصویریں کھینچیں اور بعد میں انہیں دیکھ کر دل بہلاتا رہا۔''

وہ اپنا ایک ایک راز افشا کرتا جارہا تھا اور وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ابھی جو تم میرے پاس ہو تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں مکمل ہوں، مجھے کوئی کمی نہیں ہے اور شاید اسی احساس کو محبت کہتے ہیں۔'' وہ نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے کہہ رہا تھا اور اسے یہ سب کسی خواب کا حصہ لگ رہا تھا، کیا اس سے بھی کوئی اتنی محبت کرسکتا ہے۔

حیدر اس پر جی جان سے فریفتہ تھا اس کا بس چلتا تو وہ پوری دنیا اٹھا کر اس کے قدموں میں رکھ دیتا، جو ایک ماہ اس نے سوئٹزرلینڈ میں گزارہ تھا وہ اس کے لئے جنت میں گزارے گئے لمحوں کے برابر تھا۔ پھر وہ پاکستان واپس آگئے اور پاکستان واپس آنے کے چند دن بعد حیدر نے آفس جانا شروع کردیا تھا، سارہ نے بھی یونیورسٹی دوبارہ جوائن کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اور جب ایک رات اس نے حیدر کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا تو اس نے بڑے نرم مگر دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

''No More University اب تم شادی شدہ ہو اس لئے بہتر ہے کہ اپنی توجہ گھر پر دو۔'' وہ اس کے کورے جواب پر چند لمحوں کیلئے تو حیران ہی رہ گئی تھی۔

''لیکن تم نے کہا تھا بلکہ وعدہ کیا تھا کہ مجھے پڑھنے دو گے۔''

''سارہ میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا میں نے صرف کہا تھا لیکن اب میں فیل کرتا ہوں کہ تمہیں گھر پر ہی رہنا چاہیے۔''

''But it is not fair.'' وہ اپنی مایوسی نہیں چھپا پائی تھی مگر حیدر کے رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

"Whether it is fair or foul you have to Accept it."

وہ اس کی بات پر روہانسی ہوکر چپ ہوگئی تھی، حیدر اس کی کیفیت سے بے خبر نہیں تھا مگر وہ اب گھر میں کوئی طوفان نہیں چاہتا تھا، وہ جانتا تھا کہ اس کی امی اور ڈیڈی کبھی بھی اس کا یونیورسٹی جانا پسند نہیں کریں گے اور اگر اس نے ان کی مرضی کے خلاف اسے یونیورسٹی بھیجا تو ساس اور بہو کے درمیان شروع میں ہی کشیدگی پیدا ہوجائے گی جو وہ نہیں چاہتا تھا۔

اگلی صبح سارہ بہت چپ چپ تھی وہ اس خاموشی کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا، اس کی خاموشی توڑنے کے لئے وہ اسے بات بے بات چھیڑتا رہا مگر اس کی خاموشی نہیں ٹوٹی تھی۔

شام کو وہ آفس سے جلدی واپس آ گیا تھا۔ پھر وہ اسے ساتھ لے کر لانگ ڈرائیو پر نکل گیا تھا، مختلف باتیں سنا کر وہ اسے بہلاتا رہا مگر اس وقت وہ طویل سانس لے کر رہ گیا جب سارہ نے اس سے کہا۔

''تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں اپنی تعلیم مکمل کروں؟''

حیدر نے سارہ سے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کرلیا اور پھر اس نے سارہ کو اپنی مجبوری اور خدشے سب بتادیئے تھے، وہ بڑی خاموشی سے سر جھکائے اس کی باتیں سنتی رہی تھی۔

''ٹھیک ہے اب میں دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کروں گی۔'' حیدر کے بات ختم کرنے پر بڑے بوجھل انداز میں اس نے کہا تھا اور حیدر نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

اور پھر واقعی سارہ نے دوبارہ اس سے اپنی تعلیم کے بارے میں بات نہیں کی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

جوں جوں دن گزر رہے تھے حیدر مصروف ہوتا جارہا تھا، اب وہ پہلے کی طرح سرشام ہی گھر نہیں آتا بلکہ رات گئے لوٹتا اور صبح نو دس بجے دوبارہ آفس چلا جاتا، اب پہلے کی طرح وہ ہر شام اسے تفریح کرانے کے لئے باہر نہیں لے کر جاتا تھا لیکن ایسا نہیں تھا کہ حیدر کے دل سے اس کی محبت کم ہوگئی تھی، وہ سارہ کو اب بھی پہلے کی طرح ہی چاہتا تھا۔ سارہ اگر کوئی فرمائش کردیتی تو وہ ہر قیمت پر اسے پوری کرتا، ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ سارہ نے شاپنگ کے دوران کوئی چیز پسند کی ہو اور حیدر نے وہ چیز اسے نا دلوائی ہو، وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اس چیز کی قیمت کیا ہے اس کے لئے بس اتنا کافی تھا کہ سارہ نے اس چیز کو پسند کیا ہے اور اس کا یہ التفات نگہت کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔

سارہ کو بیاہ کر لانا ان کی مجبوری تھی اور اسے انہوں نے مجبوری ہی رکھا تھا، انہیں لگتا تھا کہ سارہ نے ان کا بیٹا نہیں چھینا، ان کی پوری دنیا چھین لی ہے شاید وہ حق بجانب تھیں وہ بیٹا جو پہلے ان کے احکامات پر چلتا تھا اب اتنا خودسر ہوگیا تھا کہ نہ صرف اپنی پسند کی بیوی لے آیا تھا بلکہ ماں سے بھی کسی حد تک دور ہوگیا تھا، اب وہ پہلے کی طرح آفس سے آکر ماں کے پاس نہیں بیٹھتا تھا بلکہ سیدھا سارہ کے پاس ہی جاتا تھا، شروع میں تو انہوں نے یہ سب صبر سے برداشت کرنے کی کوشش کی تھی، مگر یہ کام ان سے ہوا نہیں، وہ جب بھی سارہ کو دیکھتیں ایک آگ سی ان کے اندر بھڑک جاتی تھی، رفتہ رفتہ انہوں نے سارہ پر روک ٹوک شروع کردی تھی۔

شادی کو دو ماہ ہوئے تھے جب ایک صبح ناشتے کی میز پر انہوں نے کہا۔

''سارہ اب گھر کا سارا انتظام تم نے چلانا ہے اس لئے بہتر ہے کہ آج سے تم کچن میں آنا جانا شروع کردو۔'' سارہ نے ان کی بات پر حیدر کو دیکھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''ہاں میرا خیال ہے اس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ ہر ذمہ داری نوکروں پر نہیں چھوڑی جاسکتی۔'' حیدر نے ماں کی تائید کی تھی اور وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

پھر اس نے گھر کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی اور جیسے اپنی شامت کو خود دعوت دی تھی، وہ کچن میں خود تو کھانا نہیں پکایا کرتی تھی بس ملازموں کے سر پر کھڑی رہ کر ہدایات دیتی رہتی تھی اور نگہت ملازموں سے ہونے والی کسی بھی کوتاہی کا ذمہ دار اسے ہی قرار دیتی تھیں، پہلے ایسا کبھی کبھار ہوتا تھا مگر پھر تو جیسے یہ ان کی عادت میں شامل ہوگیا تھا، کھانے میں کوئی خامی یا کمی رہ جاتی تو سارہ کا قصور ہوتا، کسی کے کپڑے ٹھیک طرح سے نہ دھلتے تو یہ بھی سارہ کی کوتاہی تھی، کسی ملازم سے کوئی چیز ٹوٹ جاتی تو یہ بھی سارہ کی بے پروائی سے ہوتا تھا۔

سارہ ان کے گلے شکوے اور اعتراضات سن سن کر تنگ آ گئی تھی، انہیں سارہ کے کٹے ہوئے بالوں پر اعتراض تھا اس نے بال بڑھانا شروع کردیئے، ان کی مرضی کا لباس پہننا شروع کردیا مگر وہ پھر بھی کسی بات سے خوش یا مطمئن نہیں ہوئیں اور وہ ان کی مرضی پر چلنے کی پابند اس لئے تھی کہ حیدر یہی چاہتا تھا۔

شادی کی رات کو اس نے سارہ سے بہت واضح انداز میں کہا تھا۔

''میری بات مانو یا نہ مانو لیکن امی کی ہر بات تمہیں ماننی ہے چاہے وہ ٹھیک ہو یا غلط، تمہیں وہی کرنا ہے جو وہ چاہیں اور کبھی بھی میری ماں سے بدتمیزی مت کرنا یہ وہ چیز ہے جو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

وہ یہ فتویٰ صادر نہ بھی کرتا تو بھی وہ اس کی ماں کی اتنی ہی عزت اور لحاظ کرتی جتنا وہ اب کرتی تھی اگر چہ بعض دفعہ یہ سب بہت مشکل ہوجاتا تھا خاص طور پر

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

تب جب وہ اس کے جہیز کی چیزیں گنوانا شروع کرتی تھیں، یہ بات اس کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی جب انہیں پتا تھا کہ اس کی کوئی جائیداد نہیں تھی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی روپیہ تھا تو پھر انہوں نے حیدر کے ساتھ اس کی شادی کی ہی کیوں، وہ اکثر سوچتی تھی مگر کبھی بھی یہ کہہ نہ پائی، صرف ایک دفعہ اس نے ان کے رویئے کی شکایت حیدر سے کی۔

''یہ پہلی اور آخری مرتبہ ہے کہ تم مجھ سے میری ماں کی شکایت کر رہی ہو، اگر کبھی تم نے مجھ سے اُن کے خلاف کوئی بات کی تو یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہوگا'' وہ درشتگی سے کہتا ہوا اُس کے پاس سے اٹھ گیا تھا اور وہ تو جیسے سکتے کے عالم میں رہ گئی۔

''کیا یہ مجھ سے اب اس طرح بات کرے گا؟''

عجیب سے خوف نے اُسے گھیر لیا تھا شادی کے بعد پہلی دفعہ حیدر نے اُسے اس طرح جھڑکا تھا وہ جانتی تھی کہ حیدر کو اکثر غصہ آتا تھا اور یہ غصہ ملازموں اور گھر کے لوگوں پر اترتا رہتا تھا مگر وہ اُس سے بھی اتنی معمولی بات پر ناراض ہوسکتا ہے، یہ اُس نے نہیں سوچا تھا۔

اور پھر ایسا ایک دو بار نہیں کئی بار ہوا، وہ معمولی سی بات پر کسی لحاظ اور مروت کے بغیر سب کے سامنے اُسے بری طرح جھڑکتا اور وہ خاموشی سے اُسے دیکھ کر رہ جاتی۔

''کیا یہ وہ شخص ہے جو ابھی چند ماہ پہلے مجھ پر دل و جان سے فریفتہ تھا جو کہتا تھا کہ وہ میرے لئے اپنے جان بھی دے سکتا ہے، جس کا بیان تھا کہ اگر میں اُسے نظر نہیں آتی تو وہ کسی دوسری شے کو بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔'' اُس کے کانوں میں اُس کی باتیں گونجتیں اور وہ حیدر کو دیکھے جاتی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''سارے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں سارہ، اب ظاہر ہے تم اُس کی محبوبہ تو رہی نہیں اُس کی بیوی بن گئی ہو اس لئے بس کمپرومائز کرتی رہو، یہی عورت کی واحد ڈھال ہے۔'' ایک دن فریال نے اُسے سمجھایا تھا جب وہ پریشان ہو کر اُس کے پاس گئی تھی۔

''لیکن میں نے تو کبھی اُس سے بڑے بڑے مطالبے نہیں کئے۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ وہ مجھے اس طرح نہ جھڑکے میری عزت کرے۔''

''سارہ یہ زندگی ہے، حقیقت ہے کوئی فلم نہیں یہاں پر۔'' سارہ نے فریال کو بات مکمل نہیں کرنے دی۔

''میں نے کب کہا کہ یہ حقیقت نہیں ہے اور میں کون سی فلم والی باتیں چاہ رہی ہوں کیا حقیقی زندگی میں شوہر بیوی کی عزت نہیں کرتا؟''

''زیادہ تر نہیں کرتا۔'' فریال نے بڑے واضح لہجے میں کہا تھا۔

''مگر کرنی تو چاہئے۔''

''کرنا تو اور بھی بہت چاہئے مگر کیا وہ کرتا ہے؟ اور ہونا تو اور بھی بہت کچھ چاہئے مگر کیا ہوتا ہے؟ اس لئے تم اس چاہئے کے چکر سے نکل آؤ ورنہ زندگی بہت مشکل ہو جائے گی۔'' وہ خاموشی سے فریال کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

''پتہ نہیں اس نے بھی میری بات سمجھنا کیوں چھوڑ دی ہے؟'' اس نے سوچا تھا، وہ مایوسی کے عالم میں وہاں سے لوٹ آئی تھی۔

کچھ دنوں سے حیدر پھر پہلے جیسا ہو گیا تھا، شام کو جلدی آجاتا اور اسے باہر گھمانے لے جاتا، دونوں ڈنر باہر کرتے اور پھر رات گئے واپس آتے ایسا لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ کبھی اُس سے ناراض بھی ہوا ہوگا، اُس کا دل چاہتا کہ وہ اُس سے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

پوچھے کہ اسے اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟اور وہ بھی صرف اسی پر مگر ہر دفعہ وہ صرف سوچ کر ہی رہ جاتی ''فریال نے ٹھیک کہا تھا مرد کو سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر حیدر جیسے مرد کو سمجھنا تو شاید اور بھی مشکل ہے۔'' وہ دل ہی دل میں دہراتی۔

پھر اُن ہی دنوں اُس کے تایا کی بیٹی کی شادی شروع ہوگئی تھی۔ شادی سے ایک ہفتہ پہلے ڈھولک رکھ دی گئی تھی، حیدر کا موڈ اُن دنوں بہت اچھا تھا سو اُس نے سارہ کو اجازت دے دی تھی کہ وہ روز شام کو تایا کے گھر چلی جائے۔

مہندی سے ایک دن پہلے اچانک سارہ کی ساس نے اپنی چھوٹی بیٹی عالیہ کے سسرال والوں کی دعوت کردی تھی۔ حیدر کو فیصل آباد جانا تھا اس لئے وہ صبح ہی صبح چلا گیا تھا۔ اُس کی ساس نے دوپہر کے قریب اُسے دعوت کے بارے میں بتایا تھا۔

''امی آج تو میرا جانا ضروری ہے، آج تو مائرہ کا جہیز خاندان والوں کو دکھانا ہے اور مائرہ کے سسرال والے بھی آرہے ہیں، سارا خاندان جمع ہورہا ہے، اگر میں نہیں گئی تو تایا اور تائی کو برا لگے گا لیکن میں کوشش کروں گی کہ جلد واپس آجاؤں۔''

اُس نے ساس کو اپنی مجبوری بتائی تھی، اُس کی ساس نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے ناگواری سے اسے دیکھا تھا اور پھر کمرے سے چلی گئی تھیں، پھر وہ وہاں اتنی مصروف رہی کہ اسے جلد واپس آنا بھول ہی گیا تھا۔ رات کو دس بجے کے قریب اس کا تایا زاد اسے گھر چھوڑ کر گیا تھا اور گھر کا گیٹ دیکھتے ہی اسے آج کی دعوت یاد آگئی تھی مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ چوکیدار نے بیل بجانے پر گیٹ کھولا تھا اور وہ بڑی خاموشی سے لاؤنج سے گزر کر اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ ٹھٹھک گئی تھی، سامنے رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر حیدر جھول رہا تھا، اسے دیکھ کر حیدر نے کرسی ہلانا بند کردی تھی، سارہ نے دروازہ بند کردیا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کس سے پوچھ کر آج تم اپنے تایا کے گھر گئی تھیں؟'' حیدر یکدم اُس کے مقابل آ کر پوچھنے لگا تھا۔

''تم نے مجھے اجازت دی تھی''

''مگر امی نے صبح تمہیں منع کیا تھا نا کہ آج مت جاؤ''

''حیدر آج وہاں سب لوگ اکٹھے ہو رہے تھے پورا خاندان۔۔۔''

''میں نے تمہیں تقریر کرنے کے لئے نہیں کہا صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ امی نے تمہیں منع کیا تھا یا نہیں؟'' اُس کے تیور بالکل بدلے ہوئے تھے۔

''ہاں مگر میں نے۔۔۔''

''تمہیں ہمت کیسے ہوئی کہ امی کے منع کرنے کے باوجود تم منہ اٹھا کر چلی جاؤ۔۔ بولو''

سارہ نے اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس کے سامنے سے ہٹنے کے لئے قدم آگے بڑھا دیا۔ مگر حیدر نے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے واپس کھینچا تھا۔

''یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے کہ تم اس طرح منہ اٹھا کر چل پڑو، یہ میرا گھر ہے اور میری بات کا جواب دیئے بغیر تم ایک قدم نہیں ہلا سکتیں۔'' وہ آنکھوں میں تیرتی نمی کے ساتھ اُس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

''تمہارے لئے میری بہن کے سسرال والوں سے زیادہ اہمیت اپنے گھٹیا اور تھرڈ کلاس رشتے داروں کی ہے۔''

''اگر وہ تھرڈ کلاس ہیں تو میں بھی تھرڈ کلاس ہوں''

''تھرڈ کلاس نہیں، تم تو اس سے بھی گری ہوئی ہو، تمہاری تو کوئی کلاس ہی نہیں ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''اُس نے شاک کے عالم میں حیدر کا چہرہ دیکھا تھا۔ کیا یہ وہی زبان ہے جس نے سات دن پہلے کہا تھا۔

''You are the best thing that ever happened in my life''

''حیدر مجھ سے اس طرح بات نہ کرو''

''کیوں نہ کروں؟ کیا میں تم سے ڈرتا ہوں یا تمہارا ملازم ہوں، میں کیوں تمہیں تمہاری اوقات نہ بتاؤں۔''

''میری اوقات کیا ہے میں جانتی ہوں مگر تم یہ سب کہہ کر مجھے اپنی اوقات بتا رہے ہو۔''

اُس نے دھیمے لہجے میں جواب دیتے ہوئے اپنا بازو حیدر سے چھڑانے کی کوشش کی، حیدر کا ردعمل اس پر چابک کی طرح برسا تھا۔

حیدر کے لبوں سے مغلظات نکلنا شروع ہوگئیں۔ وہ اس سے بازو چھڑاتے چھڑاتے رک گئی۔

''حیدر مجھے اس طرح مت کہو'' بے اختیار سارہ کی زبان سے نکلا تھا مگر اس کی بات نے حیدر کے اشتعال میں اور اضافہ کردیا تھا، اُس نے اُسے اور برا بھلا کہنا شروع کردیا تھا۔

''کیوں نہ کہوں؟ تم ہو کیا؟ میرا کھاتی ہو، میرا پہنتی ہو، میرے گھر میں رہتی ہو اور خود کو سمجھتی کیا ہو۔''

''تمہارا اصلی چہرہ بہت گھناؤنا ہے تم خود۔'' ایک زوردار تھپڑ نے سارہ کو بات پوری نہیں کرنے دی۔ وہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی کے عالم میں اُسے دیکھنے لگی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''حیدر تم واقعی بیہودہ شخص ہو۔'' ایک اور تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا اور پھر جیسے تھپڑوں کی بارش شروع ہوگئی تھی۔

''حیدر مجھ پر ہاتھ مت اٹھاؤ، مجھے مارو مت'' اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی مگر حیدر پر تو جیسے جنون سوار تھا، وہ رُکا اس وقت تھا جب وہ زمین پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، اُس نے ساری مزاحمت ترک کردی تھی۔

''تم جیسے بھونکنے والے کتوں کو چپ کرانے کا واحد طریقہ یہی ہوتا ہے، میں دیکھوں گا آئندہ تم میری ماں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کیسے جاتی ہو'' وہ یہ کہہ کر دھماکے سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا، وہ کتنی دیر روتی رہی اُسے اندازہ نہیں ہوا۔

حیدر دوبارہ واپس نہیں آیا، بس اچانک اُسے یوں لگنے لگا کہ اب وہ اور آنسو نہیں بہا سکتی تھی، سارے آنسو جیسے اُس کی آنکھوں سے خشک ہوگئے تھے وہ اٹھ کر قالین پر بیٹھ گئی، بوجھل ہاتھوں کے ساتھ اُس نے کھلے ہوئے بالوں کو بل دے کر باندھا، اُس کا جسم عجیب بے وزنی کے عالم میں تھا، اُسے لگا جیسے وہ کبھی زمین سے اٹھ ہی نہیں پائے گی۔خود کو گھسیٹ کر وہ دیوار کے پاس لے گئی اور پھر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، عجیب راحت کا احساس ہوا تھا۔

If it were now to die, it were now to be most happy

دو سال پہلے ورجینیا وولف کے ناول کا ایک جملہ اس کے دماغ میں جھماکے کی طرح آیا تھا، وہ ناول پڑھتے ہوئے اُس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی وہ بھی Mrs Dalloway کی طرح یہ بات سوچے گی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

وہ جانتی تھی کہ بیوی کو صرف حیدر کے خاندان میں ہی مارنے کی روایت نہیں ہے، بلکہ اُس کا اپنا خاندان بھی اس روایت پر عمل پیرا ہے اور حیدر کے خاندان میں تو برسہا برس سے یہ روایت چلی آ رہی تھی اور خاندان کے کسی مرد تو کیا، کسی عورت کے لئے بھی حیدر کا یہ کارنامہ قابل اعتراض نہیں تھا، خود اُس کے اپنے گھر میں بھی یہ کوئی ایسی بری بات نہیں سمجھی جاتی تھی، وہ بچپن سے اپنے چچا اور تایا کو اپنی اپنی بیویوں پر گرجتے، برستے، گالیاں دیتے اور مارتے دیکھتی آئی تھی۔ ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا مگر ہوتا ضرور تھا اور سب نے اسے جیسے لازمی برائی سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ سو اب خود اُس کے ساتھ یہ سب ہوا تو کون سی عجیب بات ہوگئی تھی، کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

''مرد کا روپیہ کھاتے ہیں تو اُس کی جوتیاں کھانے میں کیا حرج ہے۔''

ایک دفعہ اُن کے گھر کی ملازمہ نے کہا تھا۔

''اپنا آدمی سو دفعہ مارے، آخر وہ سر کا تاج ہی ہوتا ہے۔'' تائی نے ایک بار چچی سے کہا تھا۔

''عورت اگر مرد کو خود پر ہاتھ نہ اٹھانے دے تو وہ کبھی اسے مار نہیں سکتا''

یونی ورسٹی میں ایک بار فریال سے کہا گیا ا اُس کا جملہ جیسے اُسے منہ چڑا رہا تھا۔ دیوار کے ساتھ سر ٹکائے کھلی آنکھوں سے وہ جیسے اپنے ماضی کی فلم دیکھ رہی تھی۔

''مارتا ہے تو کیا ہوا، محبت تو وہ مجھ سے ہی کرتا ہے۔''

اُس کی کزن شازیہ نے ایک دفعہ اپنے شوہر کے بارے میں اُس سے کہا تھا، وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں اُس جگہ سے کھڑی ہوگئی، ٹھنڈے پیروں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اُس نے اپنی سوجی ہوئی آنکھوں کو کھول کر آئینے میں اپنی شکل دیکھنے کی کوشش کی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''اُس کا بالائی ہونٹ تھپڑ لگنے کی وجہ سے پھٹ کر سوج گیا، خون کے چند دھبے اُس کے ہونٹوں کے اردگرد لگے ہوئے تھے، اُس کے گال انگلیوں کے نشان سے بھرے ہوئے تھے، اُس نے اپنے ہاتھ کو چہرے پر رکھ دیا، بہت آہستگی سے اس نے اپنے ہونٹوں کو چھوا پھر اپنے گال پر ہاتھ پھیرا۔

''ایسا ہو کیسے سکتا ہے کہ میں تمہیں ہونے والے درد کو محسوس نہ کروں، تمہیں چوٹ لگے اور مجھے پتا بھی نہ چلے کیا کبھی یہ ہوسکتا ہے؟'' ایک بار حیدر نے اُس سے کہا تھا جب اُس کا ہاتھ پھل کاٹتے ہوئے زخمی ہوگیا تھا اور اُس نے حیدر کے سامنے یوں ظاہر کیا تھا جیسے چوٹ بہت معمولی تھی اور اسے درد نہیں ہوا، حالاں کہ اسے واقعی تکلیف ہوئی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔

''سارہ تم بہت خوش قسمت ہو، ہر کسی کو حیدر جیسا خوب صورت، دولت مند اور محبت کرنے والا شوہر نہیں ملتا۔'' کل رات کو اُس کی کزن عائشہ نے کہا تھا، تب اسے فخر ہوا تھا۔

''ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے، اب ہم پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے، تم حیدر کے گھر کو ہی اپنا گھر سمجھنا اور اپنے مسائل خود ہی حل کرنا۔'' رخصتی کے وقت اس کے تایا نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

دور کہیں فجر کی آذانیں ہورہی تھیں، اُس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔

''مجھے نماز پڑھ لینی چاہئے۔'' اُس نے زیرِ لب کہا تھا۔

حیدر اُس سے جھگڑنے کے بعد نیچے لاؤنج میں آکر بیٹھ گیا تھا، گھر کے سب لوگ سونے کے لئے اپنے کمروں میں جاچکے تھے، سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے ہوئے وہ مسلسل سارہ کے بارے میں ہی سوچے جارہا تھا، اُس کے الفاظ اسے نیزے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کی انی کی طرح چبھ رہے تھے، کافی دیر بعد جب اُس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اچانک اسے اپنے کئے پر شرمندگی ہونے لگی تھی۔

''مجھے اسے اتنا مارنا نہیں چاہئے تھا۔''

''نہیں میں نے جو کیا، ٹھیک کیا، وہ یہی سب deserve کرتی تھی۔''

اُس کا دل خود ہی اُس کے حق میں کہتا اور پھر خود ہی اس بیان کو contradict کرنے لگتا۔ ایک عجیب سی بے چینی اُسے اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی۔

''اگر میں یہ نہ کرتا تو وہ زیادہ ہی خودسر ہوجاتی، اب کم از کم وہ اپنے ہر قدم پر دو بار سوچا کرے گی، اُس جیسی عورت کو سیدھا کرنے کا واحد طریقہ یہی تھا۔''

''مگر آج پہلی دفعہ ہی اُس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، ورنہ تو وہ وہی کرتی ہے جو میں اُسے کہتا ہوں، پھر بات بھی اتنی معمولی سی تھی، کیا اتنی معمولی سی بات پر میں نے اس طرح اسے مار کر زیادتی نہیں کی؟''

ایک سوچ اسے جو سمجھاتی تھی، دوسری اسے رد کر دیتی تھی، تھک ہار کر اُس نے کہا تھا۔

''ٹھیک ہے اب جو بھی کیا ہے، اُس پر سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے جھگڑے ہو ہی جاتے ہیں پھر خود بہ خود ہی سب کچھ ٹھیک بھی ہوجاتا ہے، یہ معاملہ بھی صحیح ہوجائے گا، وہ خود ہی آئندہ کے لئے محتاط رہے گی اور میں بھی اس معاملے کو اور طول نہیں دوں گا۔''

یہی سوچتے ہوئے وہ صوفے پر لیٹ گیا اور پھر پتا نہیں کب اسے نیند آ گئی۔

اس کی آنکھ کسی کے کندھا ہلانے سے کھلی تھی۔

''حیدر۔۔۔حیدر اٹھ جاؤ۔'' یہ اس کی امی کی آواز تھی، اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''یہاں کیوں سو رہے ہو؟'' امی نے پوچھا۔

''بس ایسے ہی'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، رسٹ واچ پر اُس نے ٹائم دیکھا پھر اُسے کھول کر سامنے رکھی ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس وقت چھے بجے تھے۔

''امی مجھے چائے کا ایک کپ بنا دیں'' آستینیں پلٹتے ہوئے اُس نے اپنی امی سے کہا۔

اس کی امی اسے چائے کا کپ تھما رہی تھیں جب اس نے سارہ کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھا تھا، وہ روزانہ اس ہی وقت نیچے آتی تھی، اس کا چہرہ دیکھ کر چند لمحوں کے لئے اسے شدید ملال ہوا تھا۔ پہلی دفعہ اُسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اسے کتنی بری طرح پیٹا تھا، وہ چائے کا کپ ہاتھ میں تھام کر اسے دیکھنے لگا، سارہ اُسے نظر انداز کئے اس کے بالکل مقابل تھی۔

حیدر خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا، پہلی بار ان دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ حیدر نے نظریں جھکالیں، اس ہی وقت اس نے دیکھا کہ سارہ کی مٹھی میں کچھ بند تھا، سارہ نے مٹھی اس کے سامنے رکھی ہوئی شیشے کی میز پر کھول دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں سے کچھ ایک چھناکے کی آواز کے ساتھ میز پر گرا تھا، حیدر کی نظریں میز پر مرکوز ہوگئیں۔ وہاں وہ انگوٹھی اور ڈائمنڈ سے جڑا لاکٹ تھا جو اس نے سارہ کو منہ دکھائی میں دیا تھا۔

''اب میرے پاس تمہاری کوئی چیز نہیں ہے، ہر چیز میں یہیں چھوڑ کر جارہی ہوں، اب میں دوبارہ یہاں کبھی نہیں آؤں گی۔''

وہ یہ کہہ کر لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھ گئی، نگہت ایک لمحے میں سب کچھ سمجھ گئیں۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''ایک بات کان کھول کر سن لو سارہ، اگر آج تم یہاں سے گئی تو دوبارہ یہاں نہیں آ سکو گی، اس دہلیز کو پار کرنے سے پہلے اچھی طرح یہ بات سمجھ لو۔''

سارہ نے رک کر بغیر مڑے ان کی بات سنی، ان کی بات ختم ہونے پر اس نے مڑ کر حیدر کو دیکھا جو اس جگہ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے اپنی ساس کو دیکھا اور اگلے ہی لمحہ بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ دہلیز پار کر لی یک دم وہ حیدر کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

حیدر بے یقینی کے عالم میں کچھ دیر تک دروازے کو دیکھتا رہا پھر اس کی نظر لاکٹ پر آ کر ٹک گئی جس پر لکھی ہوئی تحریر اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ **Only death will separate us**، جس دن اس نے سارہ کو یہ لاکٹ دیا تھا، اس کے صرف آٹھ ہی ماہ بعد سارہ اس کا گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

سارہ کی واپسی اس کے تایا کے گھر ایک طوفان لے کر آئی تھی، ہر ایک نے سارہ کو واپس جانے پر مجبور کیا، مگر اس کی خاموشی جیسے ایک ڈھال سی بن گئی تھی۔ وقتی طور پر اس معاملہ کو دبا دیا گیا کیوں کہ تایا کے گھر شادی تھی اور وہ اس موقع پر کوئی مسئلہ کھڑا کرنا نہیں چاہتے تھے مگر شادی کے فوراً بعد ہی انہوں نے حیدر اور سارہ کے مابین مصالحت کی کوششیں شروع کر دی تھیں اور اس میں وہ اکیلے نہیں تھے۔

اُس کے خاندان کا ہر فرد یہی چاہتا تھا کہ وہ واپس چلی جائے، ہر ایک حیدر کا حامی تھی، ہر ایک اُسے ہی قصوروار سمجھتا تھا، کسی کو بھی وہ وجہ جائز نہیں لگی تھی جس کی وجہ سے اُس نے حیدر کو چھوڑا تھا، ہر رشتے دار عورت اسے اپنے قصے سناتی تھی کہ اپنے شوہر کے کیسے کیسے ظلم وستم کے باوجود اس نے اپنا گھر نہیں چھوڑا اور وہ کیسی ہے جو شوہر کے چند تھپڑوں پر ہی گھر چھوڑ آئی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

وہ بس سپاٹ نظروں سے سب کو دیکھتی رہتی، تائی نے فریال کو بھی بلوالیا تھا۔

''سارہ تم پاگل ہوگئی ہو۔'' دو گھنٹے اپنی ہدایتوں اور نصیحتوں پر خاموشی دیکھ کر وہ جھنجھلا اُٹھی تھی۔ دو گھنٹے بعد وہ پہلی دفعہ بولی تھی۔

''ہاں میں واقعی پاگل ہوں اس لئے حیدر جیسے عقل مند کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔''

''اُس کے ساتھ نہیں رہوگی تو کہاں رہوگی؟'' فریال نے طنزیہ لہجہ میں پوچھا۔

''کہیں بھی رہ لوں گی مگر اُس کے ساتھ نہیں۔''

''سارہ وہ تمہارا شوہر۔۔۔۔۔''

''فریال تم تو بس کرو، میں لوگوں کی تقریریں اور نصیحتیں سن سن کر تنگ آ گئی ہوں، میں تمہیں صاف صاف کہہ رہی ہوں ایک دفعہ سمجھاؤ یا ایک کروڑ دفعہ مجھے اس کے گھر پھر بھی نہیں جانا، یہ میرا پہلا اور آخری فیصلہ ہے۔ یہ میری زندگی ہے میں جانتی ہوں اسے کیسے گزارنا ہے، میں چاہوں تو تباہ کروں، چاہوں تو آباد کروں، دوسروں کو اس سے کیا۔''

فریال کو اس کی باتوں سے زیادہ اس کے لہجے پر حیرت ہوئی تھی وہ پہلی جیسی سارہ نہیں تھی۔ فریال خاموشی سے اُس کی تائی کے پاس آ گئی تھی۔

سارہ کے تایا چند بار حیدر کے پاس بھی گئے مگر وہ بھی کچھ کم ضدی اور اکھڑ نہیں تھا، وہ نہ صرف اپنے کئے پر شرمندہ نہیں تھا بلکہ اُس نے سارہ کو منانے یا واپس لانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''وہ یہ گھر خود چھوڑ کر گئی ہے اگر واپس آنا چاہتی ہے تو خود ہی آئے، میں تو اُسے لینے کبھی نہیں جاؤں گا۔'' اُس نے تایا سے کہا تھا اور اُس کی امی نے تو تایا سے صاف صاف کہہ دیا تھا۔

''ہمیں اب اُس کی ضرورت نہیں ہے، وہ اس گھر سے چلی گئی ہے تو ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے چلی گئی ہے، اگر وہ خود واپس آنا چاہے گی بھی تو میں اُسے آنے نہیں دوں گی۔''

سارہ کے تایا نے اُس دن اُس سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ سارہ کو نرمی سے سمجھاتے رہے مگر اُس دن انہوں نے سارہ کو بری طرح جھڑکا تھا، اسے اپنے احسان گنوائے تھے۔ مگر سارہ تب بھی اپنی بات پر ہی جمی ہوئی تھی۔

''میں اب اُس کے گھر نہیں جاؤں گی، اگر آپ مجھے یہاں رکھنا نہیں چاہتے تو میں دارالامان چلی جاتی ہوں۔''

اُس نے بالآخر کہہ دیا تھا، مگر اس کے تایا مزید بھڑک اٹھے تھے۔

''دارالامان جانا تھا تو ماں باپ کے مرتے ہی چلی جاتیں، اب جا کر لوگوں کو یہ بتانا چاہتی ہو کہ ہم کتنے کمینے اور ظالم لوگ ہیں کہ ایک بھتیجی کو بھی نہیں رکھ سکتے، مجھے بتاؤ کہ تم اگر اُس کے گھر نہیں جانا چاہتیں تو آخر چاہتی کیا ہو؟''

''میں طلاق چاہتی ہوں''

اُس کی بات پر کمرے میں بیٹھے ہوئے اُس کے سارے چچا تایا جیسے سکتے میں آ گئے تھے۔

''ہمارے خاندان میں کبھی کسی لڑکی نے طلاق کی بات نہیں کی اور تم۔۔''

سارہ نے زندگی میں پہلی بار تایا کی بات کاٹی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''یہ آپ کا مجھ پر آخری احسان ہوگا، مجھے اس سے طلاق لے دیں۔ میں نے اب کسی بھی صورت اس کے ساتھ نہیں رہنا، آپ سب جتنا مجھے سمجھا رہے ہیں، میرا ارادہ اتنا ہی پکا ہو رہا ہے، اس لئے آپ اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ میں خوش قسمت کبھی بھی نہیں رہی ہوں، اس لئے اس بدنصیبی کو بھی میرا مقدر بن جانے دیں۔''

دھیمے دھیمے لہجے میں سر جھکائے اپنی بات کہنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں طلاق دلوا دیتا ہوں لیکن سارہ پھر ایک بات یاد رکھنا، میں طلاق کے فوراً بعد تمہاری شادی کر دوں گا چاہے وہ رشتہ جیسا بھی ہو، تمہیں قبول کرنا پڑے گا اور اس شادی کے بعد تم ہمارے گھر کبھی مت آنا۔''

تایا نے جیسے آخری حربہ استعمال کیا تھا انہیں یقین تھا کہ یہ وار خالی نہیں جائے گا، مگر ایک لمحے تک سارہ نے ان کا چہرہ دیکھنے کے بعد بے تاثر آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے آپ جہاں چاہیں میری شادی کر دیجئے گا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا'' وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

ایک عجیب سی خاموشی وہاں چھا گئی تھی، ہر ایک اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

جب حیدر کو سارہ کے تایا نے اس کے مطالبے سے آگاہ کیا تھا تو وہ بے یقینی کے عالم میں انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

''آپ چاہتے ہیں میں اسے طلاق دے دوں؟'' اس نے پوچھا۔

''یہ میں نہیں چاہتا، سارہ چاہتی ہے جب مصالحت نہیں ہو سکتی تو بہتر ہے مکمل علیحدگی ہو جائے تاکہ میں اُس کی شادی کہیں اور کر دوں'' حیدر کے سینے میں جیسے گھونسا لگا تھا، ساری ضد اور انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُس نے کہا۔

''میں ایک بار اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔'' پھر دو دن کے بعد وہ سارہ سے ملا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''میں تمہیں لینے آیا ہوں۔'' اُس نے سارہ کو دیکھتے ہی کہا تھا، سارہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''تم میرے ساتھ گھر چلو۔''

''میں گھر میں ہی ہوں۔'' بڑے سرد لہجے میں جواب آیا تھا۔

''سارہ میں اب کسی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا، غلطی تمہاری تھی اور گھر بھی تم نے اپنی مرضی سے چھوڑا تھا پھر بھی میں تمہیں لینے آیا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ گھر چلو۔''

''ورنہ تم کیا کرو گے؟'' سارہ نے جیسے اُس کا مذاق اُڑایا تھا۔

''تو تم گھر نہیں چلو گی؟''

''نہ آج، نہ آئندہ کبھی۔''

''ایک بات یاد رکھو میں تمہیں طلاق کبھی نہیں دوں گا اور نہ ہی اب تمہیں لینے آؤں گا۔'' وہ پھر غصے میں آ گیا تھا۔

''طلاق تم مجھے نہیں دو گے میں خود تم سے لے لوں گی اور تمہیں یہاں دوبارہ آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' اُس کا لہجہ بہت پرسکون تھا۔

حیدر ایک جھٹکے سے اُٹھ کر ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

وہ جو دوبارہ کبھی نہ آنے کا کہہ کر گیا تھا، ایک ہفتہ کے بعد خلع کا نوٹس اسے دوبارہ کھینچ لایا تھا، اس بار وہ حقیقتاً پریشان تھا۔

''ٹھیک ہے جو کچھ ہوا تم اُسے بھول جاؤ، آئندہ یہ سب کچھ ہمارے درمیان نہیں ہوگا، لیکن یہ سب تماشا ختم کرو میں تمہیں اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔'' اُس کی آواز میں پہلے جیسا طنطنہ نہیں رہا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''مگر مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا۔'' سارہ کا لہجہ بہت دوٹوک تھا، وہ دو گھنٹے تک اُس کے ساتھ سر کھپاتا رہا، مگر وہ اپنی بات پر قائم رہی پھر وہ ایک بار نہیں کئی بار اُسے منانے گیا تھا، مگر وہ تو جیسے پتھر کی سِل بن گئی تھی۔ پورے خاندان کی لعنت ملامت کا شکار ہونے کے باوجود وہ اپنے مطالبے سے ہٹ نہیں رہی تھی۔

اُس کے اپنے خاندان کا ہر فرد اب حیدر کا حامی ہو چکا تھا، ہر ایک کو لگتا تھا کہ سارہ کو حیدر کی پہلی غلطی معاف کر دینی چاہئے اور پھر اب تو وہ خود اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بار بار آ رہا تھا مگر سارہ جیسے ان سارے طعنوں، تشنوں اور ہدایات سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ وہ سارا دن گھر کے کسی کونے میں بیٹھی ہر ایک کے طعنے برداشت کر رہی ہوتی، تائی کے کوسنے سنتی رہتی پھر بھی اُس کا وہی مطالبہ تھا

''مجھے حیدر کے ساتھ نہیں رہنا۔ مجھے اُس سے طلاق چاہئے۔''

پھر حیدر آخری بار اُس کے پاس آیا تھا، اُس روز وہ واقعی بہت طیش میں تھا۔

''تم نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ جو بھی کیا وہ ٹھیک تھا، تم یہی سب کچھ deserve کرتی تھی، مگر سارہ تم بہت پچھتاؤ گی، میں نے تمہیں آسمان پر پہنچایا تھا اور تم اپنے آپ کو کھائی میں دھکیل رہی ہو۔''

''میں پہلے بھی کھائی میں ہی تھی، پہلے بھی میرے پاس کچھ نہیں تھا۔''

''کیا نہیں تھا تمہارے پاس؟ کیا نہیں دیا تھا میں نے تم کو، تمہیں خود سے بڑھ کر چاہا تھا۔ تمہارے مانگنے سے پہلے ہر چیز تمہیں دی تھی، کبھی میں نے تم سے پوچھا کہ تم نے کتنے روپے خرچ کئے یا کیوں کئے، کبھی کسی چیز کے لئے تمہیں ترسنا پڑا، بولو کیا نہیں دیا میں نے؟ کیا نہیں دیا؟'' وہ جیسے پھٹ پڑا تھا۔

''تم نے مجھے عزت نہیں دی'' وہ چند لمحوں کے لئے کچھ کہہ نہیں پایا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''حیدر میرے دل میں اب تمہارے لئے نہ محبت ہے نہ نفرت، کوئی جذبہ ہی نہیں ہے تمہارے لئے، میں اب کبھی بھی تمہارے دکھ سکھ کی ساتھی نہیں بن سکتی ہاں وقت آیا تو شاید آستین کا سانپ بن جاؤں اور وہ میں بننا نہیں چاہتی، میرے ساتھ اپنا وقت ضائع مت کرو، میں نے ساری زندگی اپنی مرضی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا، شاید آئندہ بھی نہ کرسکوں، بس ایک فیصلہ کیا ہے میں نے اور وہ میں کبھی نہیں بدلوں گی۔''

وہ بے یقینی کے عالم میں اُسے دیکھ رہا تھا جو پرسکون آواز میں کہہ رہی تھی۔

''تم زبان سے جو کہتے ہو، اُس کا پاس نہیں رکھتے ہو، تمہیں اپنے کئے پر کوئی ملال نہیں ہے صرف لوگوں کے سامنے ہونے والی سبکی سے بچنے کے لئے تم مجھے واپس گھر لے جانا چاہتے ہو، تمہارے ساتھ گزارے ہوئے آٹھ ماہ میرے لئے آٹھ سالوں جیسے تھے، ذلت کیا ہوتی ہے یہ تم نہیں جانتے کیوں کہ تم نے کبھی اس کا **experience** نہیں کیا، میں نے کیا ہے۔

اُس رات جو گالیاں تم نے مجھے دیں، جس طرح تم نے مجھے مارا کیا اس کے بعد بھی تم سوچ سکتے ہو کہ میں دوبارہ تمہارے گھر جاؤں گی، تمہارا عنایت کیا ہوا لباس پہنوں گی، تمہارے تحفوں سے دل بہلاؤں گی، تمہاری باتوں پر قہقہے لگاؤں گی، تمہارے پیار کے دعووں پر یقین کروں گی، تمہارے لئے بنوں سنوروں گی۔۔۔نہیں۔۔۔میں یہ نہیں کرسکتی۔۔ کیوں کہ یہ کروں گی تو مجھے اپنے وجود سے گھن آئے گی، تمہارے لئے وہ سب کچھ معمولی بات تھی میرے لئے نہیں ہے، میں تمہاری کسی ایسی اولاد کو جنم دینا نہیں چاہتی جو تمہارے جیسی ہو، مگر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب تم پچھتاؤ گے اور تم خود وہ سب یاد کرو گے جو تم نے کیا۔''

''تم مجھے سبق سکھانا چاہتی ہو، سزا دینا چاہتی ہو۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''نہیں میں ایسا کچھ نہیں چاہتی، تمہیں سبق اور سزا خود ہی مل جائیں گے۔''

''سارہ میں تمہیں کبھی طلاق نہیں دوں گا، کبھی نہیں۔''

''ٹھیک ہے مت دینا کچھ اور ذلیل کرنا چاہتے ہو، کر لینا، رسوائی کے علاوہ تم نے مجھے دیا بھی کیا ہے؟''

وہ ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر تھکے ہوئے لہجہ میں اُس نے کہا۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں طلاق دے دوں گا، مگر تم یاد رکھنا تم مجھے کھو کر پچھتاؤ گی میں نہیں، تم دنیا کی واحد لڑکی نہیں ہو کہ میں تمہارا ماتم کرتا پھروں، تمہارے لئے روؤں پیٹوں۔''

''آج نہیں روؤ گے، کبھی نہ کبھی تم روؤ گے۔'' اُس کے لہجے کی ٹھنڈک حیدر کو کاٹ گئی تھی، کچھ کہے بغیر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دوسرے دن حق مہر کے پچاس ہزار کے چیک کے ساتھ طلاق نامہ اُسے موصول ہو گیا تھا، حیدر نے تایا کے نام خط بھی ساتھ بھیجا تھا کہ وہ اُس کا جہیز آ کر واپس لے جائیں پھر تایا اور تائی اس کے جہیز کا سامان واپس لینے گئے تھے، وہ تائی کو اپنے بیڈروم میں لے گیا اور وہاں جا کر اس نے الماری کھول کر سارہ کا سارا زیور بیڈ پر رکھ دیا تھا۔

''یہ زیور تو تم لوگوں کا ہے۔'' اُس کی تائی نے اُسے یاد دلایا تھا۔

''جو چیز اُس نے استعمال کی ہے وہ اُس کی ہے، آپ وہ سب لے جائیں'' یہ کہہ کر اُس نے سارہ کی الماری کی چابی انہیں دے دی تھی، تائی خالی بیگوں اور سوٹ کیسوں میں اُس کی چیزیں بھرتی رہیں اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے انہیں دیکھتا رہا۔

''درازوں میں سے بھی سب کچھ نکال لیں'' تائی نے درازوں کو کھول کر ایک نظر دیکھنے کے بعد بند کیا تو اُس نے کہا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''مگر اس میں تو روپے وغیرہ ہیں''

''یہ سب اُس ہی کو دیئے تھے میں نے، آپ یہ سب نکال لیں اور ڈریسنگ ٹیبل پر سے بھی ساری چیزیں اٹھالیں۔'' حیدر نے بے تاثر آواز میں کہا تھا، پھر اس نے دیوار پر لگی ہوئی کچھ تصویریں اور شوکیس میں سجائے ہوئے کچھ ڈیکوریشن پیس بھی ان کے حوالے کردیئے تھے۔

''یہ بھی وہی خرید کر لائی تھی'' وہ جیسے کمرے میں اُس کی ایک ایک نشانی ختم کردینا چاہتا تھا۔

طلاق کے ایک ماہ بعد حیدر نے دوسری شادی کرلی تھی، اس کی ماں اپنے بھائی کی سب سے خوب صورت اور چھوٹی بیٹی بیاہ کر لائی تھی، زریں کے مقابلے میں سارہ کچھ بھی نہیں تھی، وہ صرف خوب صورت ہی نہیں تھی بلکہ رعنائی اور دل کشی کا مجموعہ تھی جو بھی شادی کے دن زریں کو دیکھ رہا تھا، وہ مبہوت ہوا جارہا تھا، ہر ایک حیدر کی قسمت پر رشک کررہا تھا کہ لوگوں کو پہلی بیوی ایسی نہیں ملتی اور اُسے دوسری بیوی کے روپ میں پری مل گئی تھی۔ اگر کسی کو اُس کے حسن نے مسحور نہیں کیا تھا تو وہ حیدر تھا۔ اُس نے شادی کی رات اُس کا گھونگھٹ اٹھایا تھا اور اُس کے سامنے سارہ آگئی تھی۔

زریں حیدر کی محویت کو محسوس کر کے خود پر نازاں تھی۔ حیدر کو پندرہ ماہ قبل ہونے والی شادی کی رات یاد آرہی تھی، اُسے لگ رہا تھا جیسے وہ صحرا کی گرم ریت میں دھنستا جارہا تھا، وہ تھی تو سب کچھ تھا، وہ نہیں تھی تو اُس کے پاس کیا تھا۔

شادی کو تین ماہ گزر گئے تھے جب ایک صبح ناشتے کی میز پر نگہت نے حیدر سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''سارہ کی شادی ہوگئی ہے۔'' رُکے ہوئے سانس کے ساتھ اُس نے ماں کو دیکھا تھا جو اُس کی کیفیت سے بے نیاز کہے جا رہی تھیں۔

''اُسے اپنے کئے کی سزا مل گئی ہے، اُس کا شوہر ایک جنرل اسٹور چلاتا ہے، اُس کی بیوی مرگئی ہے، دو بیٹے ہیں اس کے، یہی کوئی آٹھ دس سال کے، سُنا ہے اُس کی عمر چالیس یا پینتالیس کے لگ بھگ ہے، ندیمہ بتا رہی تھی کہ مسجد میں نکاح پڑھوایا اور یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ اب وہ اُن کے ساتھ کوئی واسطہ نہ رکھے، مرے یا جئے جیسے بھی رہے دوبارہ اُن کے گھر کبھی نہ آئے۔''

''اچھا ہوا ہے بہت اچھا ہوا ہے اُس کے ساتھ، اُس نے جیسا کیا ویسا ہی پایا ہے کچھ لوگوں کو عزت راس نہیں آتی اور ہم نے اُسے کس مقام پر لا کھڑا کیا تھا اور اُس نے اپنے لئے ٹھوکریں چُنی ہیں، اُس کم بخت کو میری بددعا لگی ہے۔''

حیدر یکدم کرسی کھینچ کر کھڑا ہوگیا۔

''آج آخری بار آپ نے اُس کا ذکر کیا ہے، آئندہ کبھی میرے سامنے اُس کا نام بھی مت لیجئے گا، اس کے بارے میں کچھ مت کہئے گا، اچھی تھی یا بری تھی اب اس گھر سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ اُس کے بارے میں کچھ کہیں۔'' وہ یہ کہہ کر تیز قدموں سے باہر نکل گیا، سب دم سادھے اُسے باہر جاتا دیکھتے رہے۔

تین ماہ بعد حیدر نے ایک دن اُسے بازار میں دیکھا تھا۔ بڑی سی کالی چادر میں خود کو لپیٹے وہ ایک چھوٹے سے بچے کا ہاتھ پکڑی ہوئی تھی، حیدر بے اختیاری میں اُس کے پیچھے لپکا تھا۔ وہ گاڑی کا دروازہ تک بند کرنا بھول گیا تھا، سارہ نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا اور وہ تیزی سے ایک ذیلی گلی میں گھس گئی تھی مگر وہ حیدر کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو پائی تھی، وہ تقریباً بھاگتا ہوا اُس کے قریب پہنچا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کیا یہ سب چاہتی تھیں تم؟ بولو کیا اس لئے مجھے چھوڑا تھا؟ کیا تم اس قابل تھیں؟ خود کو برباد کرنا تھا سو کرلیا، لیکن مجھے بھی نہیں چھوڑا، اُس شخص میں کیا ہے بولو، اُس شخص میں کیا ہے؟''

وہ چلتے چلتے اُس سے پوچھ رہا تھا، وہ یکدم رک گئی۔

"اُس شخص میں کچھ بھی نہیں ہے مگر تم میں تو سب کچھ تھا، تمہیں چاہا تھا میں نے "حیدر نے پہلی بار اُس کے منہ سے اعترافِ محبت سنا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔

"بہت محبت کی تھی تم سے اسی لئے تم سے عزت چاہتی تھی مگر تم نے نہیں کی، اس شخص سے محبت نہیں ہے اس لئے اس سے کچھ بھی نہیں چاہتی مگر وہ پھر بھی میری عزت کرتا ہے۔" کپکپاتے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اس نے آنکھوں میں امڈنے والی نمی کو روکنے کی کوشش کی۔

حیدر بُت بنا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے کہے لفظوں کے خنجر اسے بہت اندر تک کاٹ رہے تھے۔

"حیدر دوبارہ کبھی میرے سامنے نہ آنا، مجھے زندہ رہنے دو۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"تمہیں چاہا تھا میں نے۔" اُس کے الفاظ اُس کے کانوں میں گونج تھے، اُس نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"بہت محبت کی تھی تم سے۔" اُس نے دیوار کا سہارا لیا، لوگ اس کے پاس سے گزر رہے تھے۔

ایک عجیب سی خاموشی تھی جو اُس پر چھا گئی تھی، کبھی کبھار وہ اپنے بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا تھا، یہ اُس کی واحد تفریح تھی، شروع میں زریں بہت خوش

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

تھی کہ حیدر نے اُسے اتنی آزادی دے رکھی ہے وہ ہر ایک کو فخر سے بتاتی کہ اُس کے شوہر نے اُس پر کوئی پابندی نہیں لگائی، کوئی روک ٹوک نہیں کی مگر آہستہ آہستہ اُسے یہ سب بہت عجیب لگنے لگا تھا۔ وہ اُس کا شوہر ہوتے ہوئے بھی اُس کا کچھ نہیں تھا، چند ایک بار اُس نے حیدر سے لڑنے کی کوشش کی تھی مگر ایک بار حیدر کے انداز نے اُسے ڈرا دیا تھا۔

''تمہارے آنے یا جانے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ تم سارہ نہیں ہو، ہاں شاید بچوں کو فرق پڑے گا مگر بہت زیادہ نہیں، وہ آہستہ آہستہ سب کچھ بھلا دیں گے۔''

اُس کے گھر چھوڑنے کی دھمکی پر حیدر نے کہا تھا۔

''پھر تمہارے پاس سب ہی کچھ تو ہے، بس میں نہیں ہوں اور میرے ہونے یا نہ ہونے سے فرق کیا پڑتا ہے۔''

پھر زریں نے سمجھوتہ کر لیا تھا، واقعی وہ نہیں تھا تو کیا فرق پڑتا تھا، روپیہ تو تھا ناں، مگر دل کے اندر کہیں پھانس سی چبھی رہتی تھی۔

اور آج اٹھائیس سال پہلے کا منظر اُس کے سامنے گھوم گیا تھا، فرح سارہ نہیں تھی مگر جنید حیدر ہی تھا، اٹھائیس سال پہلے کا حیدر یکدم بھڑک جانے والا، بیوی کی عزت نہ کرنے والا، صرف اپنی بات کہنے والا اور آج کے حیدر نے اٹھائیس سال پہلے کے حیدر کو مار دیا تھا۔

اُس سے بچھڑنے کے ستائیس سال بعد آج وہ پہلی بار اُس کی جدائی کا ماتم کر رہا تھا، اُس کے لئے رو رہا تھا، ستائیس سال بعد اُس نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ وہی غلط تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''میں نے جو کیا ٹھیک کیا، وہ یہی سب کچھ deserve کرتی تھی۔''

''تمہارے جیسے بھونکنے والے کتوں کو اسی طرح چُپ کروایا جاتا ہے۔''

''تم مجھے کھوکر پچھتاؤ گی، میں نہیں''

''تم میں ایسا کیا ہے جو میں تمہارے بغیر مرجاؤں گا۔''

ستائیس سال پہلے کہے اُس کے جملے آج نشتر کی طرح اُسے کاٹ رہے تھے اور وہ بلک رہا تھا۔

''مجھے معاف کردو سارہ۔۔۔مجھے معاف کردو۔''

''پاپا۔۔۔پاپا۔۔۔پلیز دروازہ کھولیں I am sorry، مگر آپ باہر تو آجائیں آپ کو ہوا کیا ہے، میں دوبارہ ایسا کبھی نہیں کروں گا پلیز مجھے معاف کردیں ، پاپا پلیز دروازہ کھولیں۔'' جنید دروازہ بجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حیدر نے ہتھیلی سے اپنے آنسو خشک کئے ۔ایک عجیب سی پرسکون تھکن اُس کے اعصاب پر سوار ہوچکی تھی۔

''ہاں جنید اب تم کبھی ایسا نہیں کروگے، میں تمہیں اپنی زندگی برباد کرنے نہیں دوں گا، میری طرح تمہیں اپنی زندگی جہنم میں گزارنی نہیں پڑے گی۔'' وہ خود کلامی کررہا تھا۔

''میں نے تمہیں چاہا تھا، بہت محبت کی تھی تم سے۔''

ایک سرگوشی اُس کے قریب ابھری تھی، دروازے پر دستک کی آوازیں بڑھ گئی تھیں، وہ نم آنکھوں اور بوجھل قدموں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

گھر اور گھاٹا

''پھر گھاٹا ہوا ہے ..... پورے پچاس روپے کا۔'' رضیہ نے اپنی کرخت آواز میں تقریباً چلاّتے ہوئے کہا تھا۔ اماں بخّتے نے اپنی موٹے شیشوں والی نظر کی عینک سے اپنی بہو کے دھندلے وجود کو بے حد بے بسی سے دیکھا اور بڑبڑائی ''گھاٹا؟..... گھاٹا کیسے ہو گیا؟.....'' اس کے جملے نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ رضیہ بُری طرح بپھری تھی۔ ''یہ میں بتاؤں گی یا تو بتائے گی؟'' اماں بخّتے اس کی بات پر غور کیے بغیر صحن کے وسط میں رضیہ کی سلائی مشین کے قریب بچھی چادر پر پڑے اُن بسکٹ اور ٹافیوں کے ڈبوں کو دیکھ کر بڑبڑاتی رہی۔ ''گھاٹا تو نہیں ہونا چاہیے ..... یہ گھاٹا کیسے ہو جاتا ہے .....؟'' رضیہ نے ڈبے سے سارے کرنسی نوٹ نکال کر انہیں ترتیب سے کرتے ہوئے کچھ جھڑکنے والے انداز میں اماں سے کہا۔ ''جیسے روز ہوتا ہے ..... ویسے ہی آج ہوا ہے ..... ویسے ہی کل ہو گا ..... تیرا گھاٹا کہیں ختم ہوتا ہے اماں؟'' اماں بخّتے نے چونک کر اُسے دیکھا۔ ''میرا گھاٹا ؟'' وہ پھر بڑبڑائی۔ رضیہ اب ڈبے میں پڑے سکے گن رہی تھی اور سکوں کی تعداد نے اسے کچھ اور نا خوش کیا

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

تھا۔ ''سارا دن تو باتیں کرتی رہتی ہے اماں ..... اگر منہ کو بند اور آنکھوں کو کھلا رکھے تو یہ گھاٹا بند ہو جائے گا۔'' رضیہ نے بلند آواز میں بڑی بدتمیزی کے ساتھ کہا اور کرنسی نوٹوں کو سلائی مشین کا اوپر والا حصہ اٹھا کر اس میں پھینک دیا۔ سکوں کو اس نے ڈبے میں ہی رہنے دیا تھا۔ اماں نے اس بار کچھ نہیں کہا۔ رضیہ بڑبڑاتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''سویرے سویرے کیا شور مچایا ہے ..... کیا ہو گیا؟'' عبدل تولیہ گلے میں ڈالے مسواک چباتا ہوا اور چپل گھسیٹتا اندر کمرے سے نکل آیا تھا۔ ''یہ تم اپنی اماں سے پوچھو ..... کہ کیوں سویرے سویرے تماشا ہوتا ہے اس گھر میں ..... آج پھر 50 کا گھاٹا ہوا ہے۔'' رضیہ نے اسی تیز و تند لہجے میں عبدل سے کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا اماں کہ تو کرتی کیا ہے ..... لوگوں کو چیزیں دیتے ہوئے دھیان سے پیسے کیوں نہیں لیتی ..... کوئی دو تین سو چیزوں کا کاروبار نہیں کر رہی ..... دس چیزیں بیچ رہی ہے تو ..... اور تجھ سے اُن دس کا حساب نہیں رکھا جاتا۔'' عبدل منہ سے مسواک نکال کر ماں پر چڑھ دوڑا تھا۔ اماں بخت نے اپنی موٹے شیشوں کی عینک ٹھیک کی۔ ''ٹھیک ہی کہتا ہے عبدل ..... کوئی سو دو سو چیزیں تھوڑی ہیں ..... دس چیزیں ہیں ..... دس چیزوں میں تو گھاٹا نہیں ہونا چاہیے مجھے۔'' وہ ایک بار پھر پاؤں میں پہنی ٹوٹی چپل کو دیکھ کر بڑبڑائی تھی۔ عبدل اور رضیہ دونوں میں سے کسی نے اس کی بڑبڑاہٹ پر دھیان نہیں دیا۔ ''مجھے لگتا ہے یہ خود کھاتی رہتی ہے ٹافیاں بسکٹ .....'' رضیہ نے تند و تیز آواز میں الزام لگایا۔ ''خود کہاں کھائے گی چار دانت ہیں اماں کے .....'' عبدل نے پتہ نہیں کیا خیال آنے پر اماں کا دفاع کیا۔ ''روٹی کھا سکتی ہے ان چار دانتوں کے ساتھ تو ٹافیاں اور بسکٹ بھی کھا سکتی ہے۔'' رضیہ نے ترکی بہ ترکی کہا۔ اماں بخت نے چارپائی پر اپنے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

برابر بیٹھے چار سالہ سونو کو دیکھا۔ عینک سے بس اس کا چہرہ صاف دکھتا تھا..... شاید اور کوئی اتنے قریب نہیں آتا تھا اماں کے ..... اس لئے ..... وہ چُپ چاپ چارپائی پر اماں کے برابر بیٹھا رنجیدگی سے اس سارے جھگڑے کو دیکھ رہا تھا ..... وہ خاموش تماشائی تھا۔

''میں نے تجھے پہلے ہی کہا تھا ..... یہ دکانداری اماں کے بس کی بات نہیں۔'' عبدل نے اس بار اپنی بیوی کو جھڑکا تھا۔''ارے میں نے کب کہا کہ منافع کما کر لائے ..... گھر چلانے کی ذمہ داری تھوڑی سونپ دی ہے اماں کو..... کوئی فائدہ نہ ہو ..... پر نقصان بھی تو نہ ہو۔'' رضیہ نے اسی انداز میں کہا۔ عبدل نے اُس کی بات نہیں سنی تھی۔''روز 50,25,20 ہاتھ سے جاتے ہیں ..... اندر بیٹھی رہتی تو اتنے پیسے تو نہ لگتے اس پر۔'' وہ اب بیوی سے جھگڑا کر رہا تھا۔''اندر بیٹھ کر کون سے تیر مار لینے تھے تمہاری اماں نے ..... سارا دن چارپائی پر پڑی رہتی تھی ..... ہر آنے جانے والے کے ساتھ باتیں کرنے بیٹھ جاتی تھی ..... یا یہ فرمائش ہوتی تھی کہ TV لگا دو ..... ایسے جیسے TV مفت میں چلتا ہے ..... یہ کوئی تاج محل تو ہے نہیں کہ جہاں مرضی اُٹھتی بیٹھتی ..... سلائی سکول چلا رہی ہوں میں اس گھر اور تمہاری اولاد کے لیے ..... کہاں بٹھاتی لڑکیوں کو..... اگر اماں کو اندر بٹھائے رکھتی تو..... اب کم از کم یہ گلی میں بیٹھتی رہتی ہے تو گھر میں جگہ تو ہوتی ہے۔'' رضیہ نان سٹاپ بول رہی تھی۔''تو پھر بھگتو تم ہی..... میں تو اس روز کی بک بک اور جھک جھک سے تنگ آ گیا ہوں ..... مجھ سے روز روز پورا نہیں ہوتا یہ گھاٹا۔'' عبدل بولتا ہوا صحن میں بنے غسل خانے میں چلا گیا۔

''آج خود آ کر دیکھوں گی کہ کس طرح چیزیں بیچتی ہے تو ..... دو دفعہ پیسے گن کر ڈبے میں ڈالا کر..... سارے عذاب میری جان کے لیے ہیں۔ بیٹے اپنی

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

بیویوں اور اولادوں کے ساتھ کویت میں عیش کر رہے ہیں مگر مجال ہے انہیں کبھی ماں کا خیال آجائے..... یہ گھاٹا ہمارے لئے رکھا ہے۔'' رضیہ بولتی ہوئی اندر کمرے میں چلی گئی۔

ماں کے اندر جاتے ہی سونو پھرتی سے چارپائی سے اُتر گیا۔''اب دکان سجاؤں؟'' اُس نے اماں بخشے سے کہا۔ اماں بخشے نے سر ہلا دیا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ رضیہ اسی طرح بکتی جھکتی منظر سے غائب ہوتی اور سونو اپنا رول ادا کرنے لگتا۔ خاموش تماشائی یک دم تماشے کا حصہ بن جاتا تھا۔

وہ اب صحن کے ایک کونے میں پڑی لکڑی کی بینچ نما میز اور اُس میز کے اوپر پڑی بوری اٹھائے خوشی خوشی صحن کی دہلیز پار کر کے دروازے کے بائیں طرف نالی کے اوپر میز رکھ رہا تھا۔ میز اپنی مخصوص جگہ پر رکھنے کے بعد وہ اب دہلیز کے تھڑے کے ایک کونے میں اُس تہ شدہ بوری کو رکھنے کے بعد اسی طرح بھاگتا اندر آیا۔ اماں بخشے تب تک بہ مشکل ایک ہاتھ سے چارپائی کا سہارا لے کر دوسرا ہاتھ اپنے گھٹنے پر رکھ کر ہانپتی کانپتی کھڑی ہوئی تھی۔ سونو تب تک اندر آ گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس نے اماں کا ہاتھ پکڑا اور اسے سہارا دیتے ہوئے دروازے کی طرف چل پڑا۔ اماں بخشے اب بھی بڑبڑا رہی تھی۔''پتہ نہیں روز گھاٹا کیوں ہوتا ہے..... یہ زندگی میں ہر روز ہی کیوں گھاٹا پڑتا ہے..... کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ.....'' وہ بڑبڑاتے بڑبڑاتے دہلیز کو پار کرنے سے پہلے سانس لینے کے لئے رُکی تھی۔ کھانسی کا ایک دورہ اُسے پڑا تھا..... چند منٹ وہ وہیں کھڑی جھکی کمر کے ساتھ کھانستی رہی۔ اُس نے اب دروازے کے ایک پٹ پر ہاتھ رکھے سہارا لیا ہوا تھا۔ سونو کسی میکانکی انداز میں اماں کے پاس کھڑا اس دورے کے خاتمے کا انتظار کر رہا تھا..... یہ روز کا معمول تھا صحن میں اپنی چارپائی سے یہاں دروازے تک آتے آتے اماں یہیں کھڑے ہو کر کھانستی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کھانسی حسب معمول ختم ہو گئی۔ سونو نے دوبارہ اماں کا ہاتھ پکڑا۔ اماں نے دہلیز عبور کی اور سونو کی مدد سے وہ دہلیز کے سامنے بنے تھڑے پر بیٹھ گئی۔ سونو ایک بار پھر اندر چلا گیا تھا۔ اس نے کسی مشینی انداز میں اماں کی چارپائی پر پڑا بستر لپیٹا اور اندر برآمدے میں ایک کونے میں پڑے صندوق کے اوپر رکھ آیا۔ پھر اس نے صحن میں آ کر اماں کی چارپائی سیدھی کر کے دیوار کے ساتھ لگا دی۔ اس کے بعد وہ باری باری رضیہ کی زمین پر بچھی دری پر پڑے بسکٹ اور ٹافیوں کے ڈبے اٹھا کر باہر اماں کے میز پر جا کر رکھنے لگا۔ یہ اُس کا سب سے پسندیدہ کام تھا ..... دادی کی دکان سجانا۔

اماں بختے کا نام بختاور تھا ..... ماں کچھ اور نام رکھنا چاہتی تھی لیکن باپ نے بختاور رکھا ..... کیوں کہ بختاور کی پیدائش پر اُسے دو ماہ کی بے کاری کے بعد کام ملا تھا..... بختاور کے بعد اُس کے ماں باپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اُس کے ماں باپ کے گھر کبھی فاقہ بھی نہیں ہوا ..... جب تک بختاور باپ کے گھر رہی..... باپ کو کبھی بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ 19 سال کی عمر میں محلے کے سب سے کماؤ لڑکے کے ساتھ اُس کی شادی ہو گئی تھی۔ شریف درزی تھا اور قریبی بازار میں اُس کی ایک چھوٹی لیکن اپنی دکان تھی۔ بختاور باپ کی طرح شوہر کے لئے بھی بختاور ثابت ہوئی تھی۔ اُس سے شادی کے بعد شریف کا کام بڑھنے لگا تھا، اور شریف جہاں بختاور پر فدا تھا وہاں وہ اس بات کا اعتراف بھی برملا کرتا تھا۔ اوپر نیچے تین بیٹوں کی پیدائش نے جیسے بختاور کے واقعی بختاور ہونے پر مہر لگا دی تھی اور ایسے ماضی کے ساتھ اگر گھاٹے کا لفظ بختاور کو سمجھ نہیں آ رہا تھا تو سمجھ میں آتا بھی کیوں ..... وہ ہر روز گھاٹا کھاتی تھی اور ہر روز گھاٹا ڈھونڈنے بیٹھتی تھی ..... سارا دن وہ گلی میں بیٹھی بڑبڑاتی رہتی..... ''یہ گھاٹا کیوں ہوتا ہے؟..... یہ گھاٹا کب ہوتا ہے؟..... یہ گھاٹا کون

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

دیتا ہے .....؟..... یہ گھاٹا کیوں نہیں رکتا.....؟'' اس کے سوال گلی سے گزرتے کسی شخص کے پیر نہیں روکتے تھے..... روکتے بھی کیسے..... اماں بخشتے کا گھاٹا ان کا گھاٹا تھوڑی تھا..... ان کا گھاٹا تو ان کے اپنے گھر تھا۔

☆.....☆.....☆

''بسکٹ لے لوں اماں؟'' سونو نے دادی کی دکان سیٹ کرنے کے بعد بڑے لاڈ سے اس کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔ یہ ''اُجرت'' وہ روز لیا کرتا تھا..... دادی کی دکان سجانے کا معاوضہ۔

''ٹھہر میں خود دیتی ہوں تجھے۔'' اماں بخشتے نے کانپتے ہاتھ کے ساتھ بسکٹ کے ڈبے کو ٹٹولنا شروع کیا۔ ''آج ساری چیزیں اپنے ہاتھ سے دوں گی میں تجھے ..... تیری ماں ناراض ہوتی ہے پھر۔'' سونو نے دادی کی بات پر بڑی فرماں برداری سے سر ہلا لیا۔ ''ٹھیک ہے۔'' اماں بخشتے نے ڈبے سے بسکٹ کا ایک پیکٹ نکال کر اسے دے دیا۔ ''دیکھ پانی لا دے مجھے۔'' اماں نے ساتھ ہی اُسے کہا۔ سونو سر ہلاتا بسکٹ کا ریپر کھولتے ہوئے دہلیز سے اندر چلا گیا۔

گلی میں صبح صبح لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی ..... مرد کام پر جا رہے تھے..... بچے سکول کو..... اور عورتوں نے باہر جھانکنا شروع کر دیا تھا۔ وہاں سے گزرتے لوگ نالی پر دس ڈبوں کے ساتھ اپنی دکان سجائے اماں بخشتے کے وجود کے عادی تھے..... اس کے وجود سے زیادہ اس کی بڑبڑاہٹ کے..... وہ دہلیز پر بیٹھی سارا دن آتے جاتے لوگوں کو دیکھتے بڑبڑاتی رہتی تھی..... کئی لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے..... اور کئی خبطی..... اس کے پاس سے گزرنے والوں کو کبھی اس کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی..... سمجھ تب آتی اگر کوئی اس کے پاس رکتا..... اس لوئر مڈل کلاس محلے کے لوگوں کے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

پاس اپنے لیے وقت نہیں تھا..... زندگی دو وقت کی روٹی کے لئے انہیں چکّی کے دو پاٹوں میں پیس رہی تھی.....اس 70 سالہ بوڑھی عورت کے لئے کوئی وقت کیسے نکالتا۔

لیکن پاس سے گزرنے والا ہر شناسا محلے دار اماں بختے کو سلام ضرور کر جاتا تھا۔ جواب چاہے ملتا نہ ملتا.....

اماں بختے کو اب اپنے پہلے گاہک کا انتظار تھا۔ اپنے سامنے سجے ڈبوں کو وہ بے مقصد ٹھیک کر رہی تھی۔ پھر اس نے اس ڈبے کو اٹھا کر گود میں رکھ لیا جس میں وہ پیسے ڈالتی تھی۔ ڈبے میں ہاتھ ڈال کر اس نے اندر موجود دس بارہ سکّوں کو باہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ وہ شاید رضیہ نے اس لیے رکھ چھوڑے تھے تا کہ وہ بقایا دے سکے۔ چمکتے ہوئے ان سکّوں کو ہتھیلی پر پھیلائے دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑانے لگی تھی۔ ''گھاٹے کی سمجھ نہیں آتی .....گھاٹا کب ہونا شروع ہوتا ہے ..... یہ بھی پتہ نہیں چلتا.....'' وہ اب جیسے سکّوں سے پوچھ رہی تھی۔ ''پہلی بار گھاٹا کب ہوتا ہے انسان کو؟..... جب وہ خود پیدا ہوتا ہے.....؟ یا جب وہ اولاد پیدا کرتا ہے.....؟''

☆.....☆.....☆

''کتنا خوبصورت ہے میرا بیٹا؟'' شریف اپنی پہلی اولاد کو گود میں لیے کہہ رہا تھا۔ ''خوبصورت.....؟..... پورے خاندان میں کسی کا ایسا گورا رنگ نہیں ہے شریف.....'' تکیے سے ٹیک لگائے بختاور نے مدھم لیکن فخریہ انداز میں کہا۔ ''خاندان کیا..... پورے محلے میں کوئی میرے بیٹے جیسا خوبصورت نہیں ہے۔'' شریف اپنے نوزائیدہ اولاد کو دیکھ کر جذباتی ہو رہا تھا۔ ''دے دے اس کو مجھے شریف.....تو نظر لگائے گا میرے بیٹے کو۔'' بختاور نے اس کی گود سے اپنے بیٹے کو اٹھا لیا۔ ''ارے بھلی مانس..... بھلا ماں باپ کی نظر تھوڑی لگتی ہے اولاد کو.....'' شریف نے ہنس کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کیا پتہ.....؟'' بختاور اب اپنی آنکھ سے انگلی کے ساتھ کاجل لگا کر بیٹے کے ماتھے پر نظر کا ٹکا لگا رہی تھی۔ ''جو آتا ہے اس کی نظر ہی نہیں ہٹتی میرے بیٹے سے..... میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔'' بختاور نے اپنے بیٹے کو گود میں لیے ہوئے اپنے دوپٹے کے ساتھ اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ ''مجھ سے میری ہی اولاد کو چھپا رہی ہے۔'' شریف نے برا مانا..... ''پھر تو اس طرح میرے بیٹے کو مت دیکھ جس طرح تو دیکھ رہا ہے۔'' بختاور نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ شریف بے اختیار ہنسا۔ ''اچھا تو آنکھیں بند کر۔'' وہ حیران ہوئی شریف نے یک دم بات بدل دی تھی۔ ''کیوں؟'' بس تو آنکھیں بند کر.....'' شریف نے اصرار کیا۔ ''اب یہ اٹھکیلیاں مت کر شریف۔'' وہ مسکرائی ''ارے کچھ دینا ہے میں نے تجھے۔'' شریف سنجیدہ ہوا۔ ''کیا؟..... مذاق کر رہا ہے.....؟'' وہ ہنسی۔ ''مذاق کیوں کروں گا..... تو آنکھیں بند کر۔'' بختاور متامل ہوئی۔ ''شریف.....'' شریف نے اس کی بات کاٹی ''بس آنکھیں بند کر اور ہاتھ آگے کر۔'' بختاور نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر کے ایک ہاتھ اس کے آگے کھول دیا۔

☆.....☆.....☆

''اماں ایک بسکٹ کا پیکٹ دے دے۔'' اماں بختے نے بری طرح ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ ہتھیلی پر پڑے سکّے ڈبے میں جا گرے تھے۔ اس کا پہلا گاہک آن پہنچا تھا۔ 30,35 سالہ وہ آدمی اپنے دو سالہ بچے کو گود میں اٹھائے اس کا منہ چومتے ہوئے اماں سے کہہ رہا تھا۔ اماں نے بے حد حیرانی سے اس آدمی کا منہ دیکھا۔ یوں جیسے اسے سمجھ ہی نہ آ رہی ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''سونا کیوں شروع کر دیا اماں صبح صبح ہی..... ارے گلی میں سونا ہے تو پھر گھر سے ہی دیر سے آیا کر..... بسکٹ کا پیکٹ دے دے ایک۔'' اس آدمی نے جیب

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ایک پانچ روپے کا نوٹ نکالا۔ ''نہ مجھے گھاٹا نہیں چاہیے۔'' اماں بخشے اس کا چہرہ دیکھ کر بڑبڑائی آدمی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ''کیسا گھاٹا.....؟ پانچ روپے کا پیکٹ ہے..... پانچ روپے تو دے رہا ہوں۔'' اس میں گھاٹا نہیں ہے؟ اماں نے پانچ کے نوٹ کو دیکھ کر کہا۔ ''پوری قیمت ہے اماں ..... گھاٹا کہاں ہے..... اب پانچ کا پیکٹ کیا چھے میں دے گی۔'' اس آدمی نے کچھ تیز آواز میں کہا۔ اماں جیسے ہوش میں آ گئی تھی۔ اس نے آدمی کے ہاتھ سے نوٹ پکڑ کر ڈبے میں ڈالتے ہوئے بسم اللہ پڑھی۔ یہ اس کی پہلی کمائی تھی۔ بسکٹ کے ایک ڈبے سے ایک پیکٹ نکال کر اس نے آدمی کی طرف بڑھایا۔ آدمی کے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی گود میں اٹھائے اس بچے نے پیکٹ جھپٹ لیا۔ آدمی جیسے بچے کی اس حرکت پر باغ باغ ہو گیا تھا۔ بے اختیار بچے کے گال چومتے ہوئے اس نے اماں سے کہا۔ ''دیکھا اماں کیسا تیز ہو گیا ہے میرا بیٹا .....'' اماں نے کچھ نہیں کہا۔ بچہ بسکٹ کا پیکٹ کھولتے ہوئے اب باپ سے باتیں کرنے لگا تھا اور باپ بھی اس کو اٹھائے اس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے چلا گیا۔

اماں اسے جاتا دیکھتی رہی۔ سونو دونوں ہاتھوں میں پانی کا گلاس پکڑے احتیاط سے باہر آیا۔ ''امّاں پانی'' اس نے آتے ہی اعلان کیا۔ ''اتنی دیر لگا دی پانی لاتے لاتے..... میری تو پیاس بھی مر گئی۔'' امّاں نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑنے سے پہلے اپنی عینک سنبھالی۔ سونو نے ایک نظر امّاں کے سامان پر ڈالی..... امّاں اب پانی پی رہی تھی۔ دو گھونٹ کے بعد اس نے گلاس رکھ دیا..... اور دوپٹے کے پلو سے اپنے گیلے ہونٹ پونچھے۔ ''امّاں یہ والی ببل لے لوں؟'' سونو تب تک ایک چیونگم پسند کر چکا تھا۔ ''میں خود دیتی ہوں تجھے۔'' امّاں نے چیونگم کے ڈبے کو اپنے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

قریب کرتے ہوئے ٹٹول کر اُس میں سے ایک چیونگم نکال کر سونو کی طرف بڑھائی۔ سونو نے بے حد خوش ہو کر وہ چیونگم پکڑ لی۔ سیدھا کھڑا ہو کر اس نے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگایا تھا چیونگم کا ریپر اتار کر ریپر کو نالی اور چیونگم کو اپنے منہ میں ڈالنے میں۔

''سونو..... سونو.....'' اندر سے رضیہ نے اسے پکارا تھا۔ ''یہ لے..... یہ گلاس بھی لے جا۔'' اماں بختے نے اسے جاتے ہوئے ٹوکا۔ سونو نے بڑی فرماں برداری سے گلاس اٹھایا۔ اندر موجود پانی خود چڑھایا اور پھر اندر چلا گیا۔

صحن میں آتی رضیہ نے گلاس اس کے ہاتھ میں دیکھتے ہی اسے ڈانٹا۔ ''بس صبح صبح ہی نوکر بن گیا تو۔''

''اماں کو پیاس لگ رہی تھی۔'' سونو نے بتایا۔ ''اور تو ماشکی ہے.....؟'' رضیہ نے اسے جھڑکا۔ ''چل گلاس رکھ کر آنہلاتی ہوں تجھے.....''

دہلیز پر بیٹھی اماں بختے نے کھلے دروازے سے بیٹھے بیٹھے پلٹ کر اندر دیکھا۔ رضیہ سونو کا بازو پکڑے اب اسے غسل خانے کی طرف لے جا رہی تھی۔ اماں نے دوبارہ گردن موڑ لی۔ سر جھکا کر اس نے گود میں پڑے ڈبے میں جھانکا..... سکوں کے درمیان پانچ کا وہ نوٹ پڑا تھا۔ آج کے دن کی پہلی کمائی اماں نے نوٹ کو سیدھا کیا پھر اس کی ایک تہہ لگا کر اسے دوبارہ ڈبے میں رکھ دیا۔

''انسان کو پہلا گھاٹا کب ہوتا ہے.....؟ جب وہ خود پیدا ہوتا ہے.....؟ یا جب وہ اولاد پیدا کرتا ہے؟..... یا جب وہ پہلا گھر بناتا ہے.....؟'' اماں پھر بڑبڑا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

''اب آنکھیں کھول۔'' شریف نے اس کے ہاتھ پر کچھ رکھتے ہوئے کہا۔ بختاور نے بے اختیار آنکھ کھول کر اپنی ہتھیلی دیکھی۔ اس کی ہتھیلی پر ایک چابی رکھی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''یہ کیا ہے؟'' اس نے بے حد حیرانی سے شریف سے پوچھا۔''یہ ہمارے گھر کی چابی ہے۔'' شریف نے بے حد فخریہ انداز میں کہا۔ بختاور جیسے کرنٹ کھا کر سیدھی ہو گئی۔ ''ہمارے گھر کی چابی؟.....تو نے بیعانہ دے دیا.....؟.....سودا کر لیا؟'' اس کی آواز شدتِ جذبات سے لرز رہی تھی۔ اس نے چابی مٹھی میں بھینچ لی تھی۔''ہاں میں نے سوچا تجھے اولاد پیدا ہونے پر خوش خبری دوں گا۔'' شریف نے بڑے پیار سے کہا۔

''میرے اللہ تو .....تو کتنا مہربان ہے .....تو نے کیسے میرے دل کی سنی ہے.....دیکھ لے شریف میری اولاد کتنی خوش قسمتی لے کر آئی ہے ہم دونوں کے لیے.....'' بختاور نے بے اختیار اپنے بیٹے کو چومتے ہوئے کہا۔''تو بختاور ہے تو تیری اولاد بھی تو بختاور ہی ہوگی۔'' شریف نے جیسے اس کی تائید کی۔''پر بیعانے کے پیسے کہاں سے آئے تیرے پاس؟'' بیٹے کو چومتے چومتے بختاور کو خیال آیا۔''وہ سائیکل بیچ دی ہے میں نے اپنی۔'' شریف نے اطمینان سے کہا۔''ہائے.....سائیکل کیوں بیچ دی؟'' بختاور نے بے ساختہ پریشان ہو کر کہا۔''گھر.....سائیکل سے زیادہ ضروری تھا..... کرائے کے گھر میں رکھتا تجھے ساری عمر.....'' شریف بڑا مطمئن تھا۔''کتنے کی بیچی؟..... گھاٹا ہوا ہوگا.....ابھی تو نئی تھی۔'' بختاور نے کچھ تشویش سے کہا۔''ہاں تھوڑا گھاٹا تو ہوا ہے۔ پورے پیسے تو نہیں ملے پر گھاٹے کی فکر نہیں مجھے۔'' شریف پرسکون تھا۔ ''اب کام پر کیسے جایا کرے گا تو اتنی دور.....'' بختاور کو اب اس کی فکر ستانے لگی تھی۔ ''پیدل جاؤں گا.....صحت کے لئے اچھا ہوتا ہے پیدل چلنا.....'' شریف نے ہنس کر کہا''روز پانچ میل چل کر آیا جایا کرے گا۔''بختارو کو اب بھی جیسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔''تو ہی تو کہہ رہی تھی کہ میں موٹا ہو رہا ہوں.....اچھا ہے اب روز پانچ میل چلوں گا تو وزن کم ہو جائے گا۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''پر شریف.....'' شریف نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی۔ ''اچھا چھوڑ اب یہ بات ..... لے لوں گا سائیکل دو چار مہینے میں .....تو فکر نہ کر۔'' بختاور چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے مٹھی کو کچھ اور بھینچ لیا۔

☆.....☆.....☆

''سلام اماں..... کیا حال ہے تیرا؟'' وہ دو گھر چھوڑ کر اس کی ہمسائی رشیدہ تھی جو چار پانچ سال کے ایک بچے کو ساتھ لیے اس کے پاس کھڑی اس کا حال پوچھ رہی تھی، اور اماں کے جواب دینے سے پہلے ہی اس نے دو روپے کا ایک سکّہ اماّں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ چنو کو چار ٹافیاں دینا۔'' اماں نے سکے اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ ''گھر بھی بڑا گھاٹا ہے۔'' عورت نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ وہ اپنے بچے کے بالوں میں سے ایک تنکا ہٹا رہی تھی۔ اماں نے سکے ڈبے میں ڈال کر ٹافیوں کے ایک ڈبے سے چار ٹافیاں نکال کر بچے کے ہاتھ میں تھما دیں۔ بچے نے فوری طور پر ایک ٹافی کا ریپر کھول کر اسے منہ میں ڈال لیا۔ ''باپ سبزی کے پیسے دے گیا تھا اور اس نے ٹافی کے لئے ضد لگائی تھی۔ اب تھوڑی سبزی خریدوں گی تو رات کو روٹی کے ساتھ سالن کہاں بچے گا..... پر مجال ہے چنو کو چین آ جائے.....'' وہ عورت اماں سے چنو کی شکایت کر رہی تھی ساتھ پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ بھی پھیر رہی تھی۔ ''لا ایک ٹافی ماں کو بھی دے۔'' عورت نے بڑے لاڈ سے چنو سے کہا۔ چنو نے بے اختیار ٹافیوں والی مٹھی کمر کے پیچھے کی۔ ''میں نہیں دیتا..... پھر دورہ جائیں گی میرے پاس۔'' چنو نے دوٹوک انکار کیا۔ عورت فخریہ انداز میں کھلکھلا کر ہنسی۔ ''دیکھا اماں حساب میں کتنا تیز ہے..... کیسے جھٹ پٹ جمع تفریق کر لیتا ہے۔'' رشیدہ نے اماں سے کہتے ہوئے چنو کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر کی طرف چل دی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''سلام اماں.....'' وہ رضیہ کے پاس سلائی سیکھنے کے لئے آنے والی دو لڑکیاں تھیں۔ وہ بھی اماں کے جواب کا انتظار کئے بغیر دہلیز پار کر کے اندر چلی گئی تھیں۔

جس جگہ اماں کی چارپائی ہوتی تھی اب ایک دری تھی اور اس دری پر چند سلائی مشینیں اور کچھ کپڑے پڑے تھے رضیہ کے سلائی اسکول میں اس وقت دس لڑکیاں سلائی سیکھنے آتی تھیں اور یہ تعداد بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔ رضیہ نے وہ اسکول پانچ سال پہلے شروع کیا تھا..... اور اس کے آغاز کے ساتھ ہی صحن میں اماں بخشے کی چارپائی والی جگہ کی شدید ضرورت آن پڑی تھی..... اور چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے اس لیے کئی سالوں سے اپنا پورا دن صحن کے اس کونے میں پڑی اس چارپائی پر گزرنے والی اماں بخشے کو گھر کی دہلیز کے باہر یہ دکان کھولنی پڑی تھی۔ پہلے اماں کو رضیہ نے 20,25 چیزیں بیچنے کے لئے دی تھیں۔ پھر بہت جلد اسے احساس ہو گیا کہ اس چھوٹی سی گلی میں اتنی بہت سی چیزوں کا کوئی خریدار نہیں تھا..... اس گلی کے دونوں سروں پر بڑی گلیاں تھی اور ان گلیوں میں چھوٹی چھوٹی دکانوں کے ساتھ چند جنرل سٹور بھی تھے..... اماں بخشے کے پاس اس گلی کا ہی کوئی خریدار آ سکتا تھا..... اماں بخشے کی دکان کے سامان کے لئے کہیں اور سے کوئی خریدار آنے والا نہیں تھا۔

چند مہینوں میں ہی بیچی جانے والی اشیاء کی ورائٹی کم ہونے لگی تھی۔ شروع میں اماں بخشے روز دس پندرہ روپے کما ہی لیتی تھی۔ ان دس پندرہ روپے سے اس کے مہینے کے چھوٹے موٹے اخراجات پورے ہونے کے ساتھ کئی بار گھر کی سبزی اور آٹا بھی آ جاتے۔ عبدل کو ماں کو اب ہر مہینے کچھ نہیں دینا پڑتا تھا۔ دوسری طرف رضیہ اس لئے خوش تھی کہ وہ چارپائی والی جگہ کو استعمال کر رہی تھی..... سلائی سکول میں وہ دو اور لڑکیاں لے سکتی تھی کیونکہ گنجائش نکل آئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

پھر آہستہ آہستہ اماں کا منافع کم ہونے لگا..... پہلے منافع کم ہوا پھر ختم ہوگیا..... کچھ عرصے تک دکان بغیر منافع کے چلتی رہی..... پھر گھاٹا ہونے لگا تھا..... دو روپے..... چار روپے..... اور اب یہ گھاٹا بڑھ کر کبھی کبھار 50 روپے تک بھی چلا جاتا تھا..... عبدل کو ہر مہینے ایک بار پھر اماں بختے کی دکان میں پیسے ڈالنے پڑتے تھے..... گھر میں جو ہنگامہ ہوتا وہ الگ..... رضیہ ہر روز آسمان سر پر ضرور اٹھاتی لیکن وہ اماں کی دکان ختم کرنے پر تیار نہیں تھی۔ دکان ختم کرنے کا مطلب اماں کی گھر کے اندر چارپائی کے ساتھ واپسی تھی اور اس چارپائی کے دوبارہ بچھنے کی صورت میں اسے کم از کم دو لڑکیاں سکول سے کم کرنی پڑتیں۔ دو لڑکیاں کم کرنے کا مطلب ماہانہ دو تین ہزار روپے کا گھاٹا تھا ..... اماں کی دکان سے ماہانہ ہونے والا گھاٹا چھ سات سو تھا۔ دکان کے گھاٹے کے ساتھ بھی اماں کا گھر سے باہر رہنا رضیہ کے لیے گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔

''اماں چائے لے لو۔'' سونو ایک کپ پکڑے بڑے احتیاط سے دہلیز پار کرتا باہر آیا۔ ''ٹھہر میں پکڑتی ہوں۔'' اماں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اس سے کپ پکڑا۔ سونو اماں کے پاس دہلیز پر بیٹھ گیا۔ وہ نہا کر آیا تھا اور رضیہ نے تیل لگا کر اس کے بالوں کی مانگ نکالی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا تھا پھر سرمے سے ہی نظر کا ایک ٹیکا اس کے ماتھے پر بھی لگا دیا تھا۔

سونو بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا..... چار بیٹیوں کے بعد..... وہ عبدل اور رضیہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ یہ سلائی اسکول سونو اور بچیوں کو انگلش میڈیم اسکول میں پڑھانے کی خواہش کے لئے معرض وجود میں آیا تھا۔

''یہ والی ٹافی دو ناں اماں۔'' سونو نے پاس بیٹھتے ہی ٹافیوں کے ڈبے میں جھانکتے ہوئے ایک ٹافی پر انگلی رکھی۔ ''ٹھہر بے صبرے میں خود دیتی ہوں تجھے۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اماں نے پوپلے منہ کے ساتھ ہنس کر اس سے کہا۔ پھر چائے کا کپ رکھ کر اس نے ٹافی نکالی اور سونو کو تھما دی۔ ''نہا کر کتنا بیبا لگ رہا ہے میرا بچہ۔''

چائے کا کپ دوبارہ اٹھاتے اٹھاتے اماں کو سونو پر پیار آیا۔ سونو ٹافی کا ریپر کھولنے میں مصروف تھا اس نے اماں کی محبت پر غور نہیں کیا۔ اماں کپ اٹھا کر سڑک سڑک کر گرم چائے پینے لگی۔ بس رضیہ اس معاملے میں اچھی تھی۔ گھر میں چائے بنتی تو اماں کو بغیر پوچھے ایک کپ مل جاتا تھا۔ چائے کا وہ کپ اماں کو اگلے آدھے گھنٹے کے لئے مصروف رکھتا تھا۔

''سلام اماں۔'' اماں کے پاس سے سلائی سکول کی دو اور بچیاں گزر رہی تھیں۔ پھر سونو بھی یک دم کھڑا ہو گیا۔ ''تو کہاں جا رہا ہے؟'' اماں نے چائے پیتے پیتے اسے ٹوکا۔ ''میں گھر جا رہا ہوں۔'' دہلیز پر کھڑے ہو کر ٹافی چوستے ہوئے اس نے اعلان کیا اور گھر کی دہلیز عبور کر لی۔ اماں اس دہلیز کو دیکھتی رہی جسے چند لمحوں پہلے اس کے پیروں نے عبور کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''اندر چل ..... یہاں کیوں کھڑی ہو گئی ہے؟'' شریف نے اسے ٹہوکا دیا۔ ''مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا شریف کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی ہوں..... سچ سچ بتا یہ کوئی خواب تو نہیں ہے۔'' بختاور کی آنکھیں اب پانی سے بھرنے لگی تھیں۔ وہ خوشی سے جیسے بے قابو ہو رہی تھی۔ ''کوئی خواب نہیں ہے یہ بختے اپنا ہی گھر ہے..... چل اندر چل۔'' شریف اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے سے اندر لے آیا تھا۔

دو کمرے، برآمدے ایک غسل خانے اور ایک چھوٹے سے صحن کا وہ ساڑھے تین مرلہ گھر اس وقت بختاور کو تاج محل سے کم خوبصورت نہیں لگ رہا تھا..... کیونکہ وہ اس کا گھر تھا..... اپنا گھر.....

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

صحن کے وسط میں کھڑی وہ جیسے خوشی سے بے قابو اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے سامنے برآمدے اور اس کے پار دونوں کمروں کے بند دروازوں کو بے یقینی سے دیکھتی رہی۔

''میری ماں کو پچاس سال کی عمر میں اپنا گھر نصیب ہوا اور دیکھ شریف میں تو ابھی 25 سال کی بھی نہیں ہوئی اور اپنے گھر میں کھڑی ہوں۔'' اس نے شریف سے کہا۔ شریف جواباً کچھ اداسی سے مسکرایا۔ ''اور میری ماں کو تو ساری عمر اپنا گھر نصیب نہیں ہوا..... کرائے کے گھر میں ہی ساری عمر گزر گئی اس کی..... اپنی قسمت ہے بختے۔''

بختاور اس کی بات سنے بغیر اب گھر کے کمروں میں دیوانہ وار جا جا کر دیکھ رہی تھی۔ شریف کو اس کی خوشی دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔ وہ تو بالکل ہی دیوانی ہو گئی تھی۔ ''دو کمرے..... برآمدہ، باورچی خانہ، غسل خانہ، صحن، چھت..... میرے مولا کیسے بھاگ لگا دیئے تو نے.....'' وہ خوشی سے بے قابو ایک ایک چیز کو گننے میں مصروف تھی اس کا بس چلتا تو گھر کی اینٹیں تک گن ڈالتی۔

''ہاں بس اللہ کا کرم ہے..... کچھ مرمت ہونے والی ہے۔ پہلا مالک مکان بتا رہا تھا کہ برسات میں چھتیں ٹپکتی ہیں..... برآمدے کا فرش کچا ہے..... اور کچھ سیڑھیاں ٹوٹی ہوئی ہیں پر باقی سب ٹھیک ہے۔'' شریف نے اسے جیسے آگاہ کیا۔

''میں اپنی یہ چوڑی دوں گی تجھے اسے بیچ کر مرمت کرا لینا۔'' بختاور نے بے اختیار پیش کش کی۔ شریف نے اسے ٹوکا۔ ''ایک ہی تو چوڑی ہے تیرے پاس..... وہ بھی بیچ دے گی؟''

''تو کیا ہوا؟'' بختاور نے بے پرواہی سے کہا۔ ''تو پہنے گی کیا؟'' شریف کو اب بھی تشویش تھی۔ ''کانچ کی چوڑیاں..... ایک نہیں ڈھیر ساری۔'' بختاور نے ہنستے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

ہوئے چوڑی اتاری اور شریف کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ''پر سونا بیچ کر ہمیشہ گھاٹا ہوتا ہے۔'' شریف نے چوڑی کو دیکھ کر کہا۔ ''کتنا گھاٹا ہو جائے گا؟'' بختاور نے کچھ تشویش سے پوچھا۔ شریف چوڑی کو دیکھنے لگا اور چوڑی بے اختیار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

☆.....☆.....☆

تڑاک کی آواز کے ساتھ کپ اماں کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا اور دو ٹکڑے ہو گیا۔ اماں بختے بے اختیار جیسے چونک کر حال میں آئی تھی۔

تبھی سونو گھر سے نکل آیا۔ اس نے بے حد تشویش سے جھک کر اماں کے قدموں میں پڑے کپ کے ٹکڑے اٹھائے اور کہا۔ ''کپ ٹوٹ گیا اماں؟''

''ہاتھ سے چھوٹ گیا سونو۔'' اماں نے فق چہرے کے ساتھ کہا۔ ''پر اماں نے تو کپ لینے بھیجا ہے مجھے.....'' سونو اب پریشان ہو رہا تھا۔ ''یہ نمکو کا پیکٹ لے لے اور تو اماں سے کہہ دینا کہ تجھ سے ٹوٹ گیا ہے۔'' اماں نے میز پر پڑا نمکو کا ایک پیکٹ اٹھا کر اسے تھماتے ہوئے بڑی لجاجت کے عالم میں کہا۔ ''اچھا میں کہہ دوں گا۔'' سونو نے خوشی خوشی وہ پیکٹ لے لیا اور کپ کے ٹکڑے ہاتھ میں لئے اندر چل دیا۔

صحن میں لڑکیوں کو سلائی سکھاتی رضیہ نے کپ کے ٹکڑوں کے ساتھ سونو کو اندر آتے دیکھا اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے چلائی۔ ''اس بڑھیا نے کپ توڑ دیا.....؟''

''نہیں اماں یہ تو میرے ہاتھ سے ٹوٹا ہے۔'' سونو نے نمکو کا پیکٹ دانت سے کھولتے ہوئے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ رضیہ کا پارہ جتنی تیزی سے اوپر گیا تھا اس سے زیادہ تیزی سے نیچے آیا۔ ''تو بھی بس ..... چل اس کوڑے کی ٹوکری میں پھینک اس کپ کو..... ذرا سا بچہ ہے اب روز روز چائے ڈھوتا ہے تو کپ تو ٹوٹے گا ہی اس سے.....'' رضیہ نے پاس بیٹھی لڑکیوں سے کہا پھر ساتھ ہی دور بیٹھی ایک قمیص کاٹتی لڑکی کو ڈانٹا۔ ''یہ کیسے کاٹ رہی ہے تو..... قمیص بنانی ہے یا رضائی بنانی ہے تو نے۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

سونو کپ پھینک کر نمکو کھاتا رضیہ کی گود میں آ کر بیٹھ گیا اور زبردستی اس کے منہ میں نمکو ڈالنے لگا۔ رضیہ نے نمکو کے چند دانے چباتے ہوئے بڑے پیار سے اکلوتے بیٹے کا منہ چوما۔ سونو نے جواباً اس کا منہ چوما۔

عبدل اسی وقت کام پر جانے کے لئے اندر سے نکلا۔ رضیہ کی گود میں بیٹھے سونو کو اٹھا کر اس نے اس کا منہ چوما پھر چلتے ہوئے دہلیز کے پاس اسے اتار کر وہ دہلیز پر بیٹھی اماں بختے کو سلام کیے بغیر تیز قدموں سے گھر سے باہر نکل گیا۔ اماں بختے نے خود اسے سلام کر کے دعا دی تھی۔ ''اللہ حافظ..... خیر سے جا اور خیر سے آ۔'' عبدل نے پیچھے پلٹ کر جواب دینے یا دیکھنے تک کی زحمت نہ کی تھی۔ اماں بختے تب تک عبدل کو دیکھتی رہی جب تک اس کا دھندلا وجود گلی کا موڑ نہ مڑ گیا۔

☆.....☆.....☆

شریف نے چونک کر کھانا کھاتے اس کاغذ کو دیکھا۔ جو بختاور نے پنکھا جھلتے جھلتے اچانک اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ ''یہ کیا ہے؟''

''میں نے آج گھر کی مرمت اور دوسری چیزیں کا حساب لگایا ہے..... وہ ساری چیزیں جو گھر میں ہونے والی ہیں۔'' بختاور نے اسے بتایا۔ کھانا کھاتے کھاتے اپنی انگلیاں چوس کر صاف کرتے ہوئے شریف نے وہ کاغذ اٹھا کر کچھ تجسس کے عالم میں پڑھا۔ اس کے ماتھے پر کچھ بل آ گئے تھے۔ ''یہ تو بڑے پیسے لگ جائیں گے بختے..... چوڑی بیچ کر اتنے پیسے تو نہیں ملیں گے'' اس نے کچھ تشویش سے کہا۔ ''پتہ ہے مجھے۔ اس لئے میں نے سوچا ہے اپنی بالیاں اور شادی کی انگوٹھی بھی بیچ دوں..... زیور کا کیا ہے زیور تو آ ہی جاتا ہے۔'' اس نے بے حد اطمینان کے ساتھ کہا۔ ''پر بختے ابھی مکان کی قسطیں جانی ہیں۔ مرمت پر سارا پیسہ لگا دیں گے تو قسطیں کہاں سے دیں گے.....

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اگر زیور بیچنا ہی ہے تو قسطوں کے پیسے دے دیتے ہیں..... مرمت تو میں اور تم مل کر تھوڑی تھوڑی کرتے رہیں گے۔'' بختاور یک دم مایوس ہوگئی۔ ''خود کیسے کریں گے مرمت.....؟''

''چل تو نہ کرنا میں کر لوں گا..... چھٹی والے دن شروع کرتا ہوں کام'' شریف نے فوراً کہا۔ ''ایک چھٹی کا دن ہی ہوتا ہے تیرے پاس آرام کرنے کے لئے..... وہ بھی کام میں ضائع کرے گا..... چھوڑ شریف مجھے بتا..... تھوڑا تھوڑا کر کے میں کر لوں گی..... رنگ کر لوں گی..... پلستر بھی تھوڑا بہت کر سکتی ہوں۔'' بختاور نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''تو بچہ سنبھالے گی یا یہ کام کرے گی..... میں جب کام کروں گا نا تو تُو ساتھ ہاتھ بٹا دینا میرا..... پر اس طرح بچے کو چھوڑ کر گھر کی مرمت پر دھیان نہ دے..... دیکھ وہ شاید جاگ گیا ہے..... ذرا لے کر آ اسے میرے پاس۔'' بات کرتے کرتے شریف نے دور پنگھوڑے میں حرکت دیکھی۔

☆.....☆.....☆

''ایک غبارہ لے لوں اماں۔'' سونو نے اسے چونکا دیا۔ وہ ایک غبارہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ''چل لے لے ..... ہوا بھر کے دکھا مجھے۔'' اماں نے بڑے شوق سے اپنی عینک ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ سونو بڑی پھرتی سے غبارے میں ہوا بھرنے لگا۔ غبارے میں آدھی ہوا بھر کر اس نے اماں کے سامنے کیا۔ اماں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ غبارے کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ ''پوری ہوا نہیں بھری۔'' اماں نے اعتراض کیا۔ ''پھٹ جائے گا اماں۔'' سونو نے فوراً کہا۔ ''پھٹ جائے گا تو کیا ہوا؟..... دوسرا دے دوں گی تجھے۔'' اماں نے کہا۔ ''دوسرا دو گی تو گھاٹا ہو جائے گا۔'' اماں ساکت ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''مجھے تجھ سے ایک بات کرنی ہے شریف۔'' بختاور رات کے وقت شریف کی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''ہاں بول'' شریف نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔ ''تو درزی کے کام کے ساتھ ساتھ کوئی اور کام بھی ڈھونڈ۔'' شریف اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ''کیوں؟ ..... کیا ہوا؟'' اب گزارہ نہیں ہوتا شریف ..... گھر کی اگلی قسط قریب ہے..... اس بار پھر کسی سے قرضہ لینا پڑے گا۔'' بختاور پریشان تھی۔ ''میں خود بھی یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں۔'' شریف نے بے حد تھکے ہوئے انداز میں کہا۔ ''اب تو بیچنے کے لئے بھی کچھ نہیں رہا۔'' بختاور نے ایک گہرا سانس لیا۔ ''گھر کے اخراجات کچھ کم ہو جائیں تو.....'' بختاور نے شریف کی بات کاٹ دی۔ ''اور کتنے کم ہوں گے۔ پہلے ہی ایک وقت کا کھانا کھاتے ہیں ہم لوگ۔ دوپہر کو تو چٹنی یا پیاز کے ساتھ روٹی کھاتی ہوں میں..... بچے کے دودھ کے علاوہ دودھ بھی نہیں لیتی..... چائے تک دودھ کے بغیر پیتی ہوں میں..... کتنے مہینوں سے کوئی نیا کپڑا نیا جوتا نہیں لیا میں نے اپنے لیے..... بچے کے بھی کپڑے ان کترنوں سے بناتی ہوں جو تم دکان سے لے کر آتے ہو..... اب اور کون سے اخراجات کم کروں میں شریف۔'' وہ شریف ہی کی طرح تھکی ہوئی تھی۔ گھر تو خرید لیا تھا ان دونوں نے لیکن سہ ماہی اقساط اب ان دونوں کو بے حال کر رہی تھیں۔

''اچھا میں بات کروں گا کل کسی سے..... رات کا کوئی کام مل جائے چار پانچ گھنٹوں کا تو..... کچھ پیسے مل جائیں گے۔'' شریف نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''میں نے بھی حمیدہ سے کہا ہے کہ مجھے بھی لفافے بنانے کے لئے لا دیا کرے..... سارا دن فارغ رہتی ہوں..... مہینے کے کچھ روپے تو آ ہی جائیں گے اور کچھ نہیں بچے کے بسکٹ اور دوا دارو کے پیسے تو نکل ہی آیا کریں گے۔'' بختاور ہر رات کی طرح اس

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

وقت بھی بیٹھی حساب کر رہی تھی۔ شریف کچھ کہے بغیر چارپائی پر لیٹ گیا۔ بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔

☆.....☆.....☆

غبارہ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔ اماں بختے ہڑبڑا گئی۔ اس کی ناک پر ٹکی عینک گرتے گرتے بچی۔ پہلے بھی وہ عینک دو تین دفعہ گری تھی اور اس کے موٹے شیشے ایک دو جگہ سے تڑخ گئے تھے۔ اس کے فریم کا ایک کنارہ بھی ٹوٹ گیا تھا جسے رضیہ نے ٹیپ اور دھاگہ لپیٹ کر جوڑا تھا۔ نظر تو اماں کو پہلے بھی بمشکل آتا تھا..... اب عینک کے شیشوں میں چند لکیریں اور بڑھ گئی تھیں تو کیا ..... نیا شیشہ بھی ڈال دیا جاتا تب بھی اماں کی آنکھوں کی لکیریں اور دھندلاہٹ کہاں ختم ہونی تھیں۔

''دیکھا اماں پھٹ گیا نا..... میں نے پہلے ہی کہا تھا۔'' وہ سونو تھا جس نے اماں کے کہنے پر غبارے میں مزید ہوا بھرنے کی کوشش کی تھی اور غبارہ پھٹ گیا تھا۔

اماں بختے نے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ ایک غبارہ نکال کر اسے دیتے ہوئے پچکارا..... ''میرا بچہ..... فکر کیوں کرتا ہے..... بڑے غبارے پڑے ہیں..... یہ لے.....'' سونو نے خوشی خوشی اماں سے غبارہ پکڑ لیا۔ ''کھانا لا کے دوں.....؟'' اس نے ساتھ ہی پوچھا۔ اماں نے سر ہلایا۔ سونو بھاگتے ہوئے اندر چلا گیا۔ اماں نے ایک بار پھر گلی میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ابھی تک تیسرا گاہک نہیں آیا تھا۔ اس نے ایک نظر دوبارہ پیسوں والے ڈبے کے اندر ڈالی۔

☆.....☆.....☆

''سلام بختے۔'' حمیدہ نے دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے کہا۔ بختاور صحن میں بیٹھی لفافے جوڑ رہی تھی اور ساتھ ساتھ جھولے میں پڑے بچے کو جھلا رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''وعلیکم السلام..... آج صبح صبح کیسے آ گئی ہو حمیدہ؟'' بختاور نے جواباً پوچھا۔ ''محلے کی عورتیں مینا بازار چل رہی ہیں۔ میں نے سوچا تجھے بھی پوچھ لوں۔''

''نہیں حمیدہ مجھے تو بڑا کام ہے۔'' بختاور نے فوراً کہا۔ ''وہ سب کو ہی ہوتا ہے..... کون سا روز جانا ہے ہمیں..... کبھی کبھار گھر سے نکلنا چاہیے بختے۔''

''پر مجھے ابھی منّے اور شریف کے کپڑے دھونے ہیں۔ لفافے رہنے بھی دوں تو بھی بہتیرے کام ہیں مجھے۔'' بختاور نے صاف انکار کر دیا۔ ''شوہر، گھر بچے کسی کو کچھ نہیں ہوتا..... سب یہیں رہتے ہیں..... عورت کے پاس کچھ وقت اپنے لئے بھی ہونا چاہیے گھر کے اور بچوں کے لئے تو ساری عمر ہی جان مارنی ہوتی ہے۔'' حمیدہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ اس کے لفظوں نے بختاور پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

''ہاں مگر میرے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ مینا بازار آنے جانے کا کرایہ۔ وہاں کھانا پینا..... کچھ خریدنا..... نہ حمیدہ میرے پاس پیسے نہیں۔'' بختاور نے اپنی مشکل بتائی۔ ''ارے تو تو مجھ سے ادھار لے لے..... بعد میں دے دینا..... پہلے بھی تو گھر اور بچے کے لئے ادھار لیتی ہے..... اس بار اپنے لیے لے لینا۔'' حمیدہ نے فوراً پیش کش کی۔ لفافہ جوڑتے جوڑتے ایک لمحے کے لئے بختاور کے ہاتھ رکے پھر اس نے یک دم کہا۔ ''نہیں حمیدہ اپنے لیے ادھار نہیں لے سکتی..... یہ تو نرا گھاٹا ہے۔'' حمیدہ نے کچھ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

☆.....☆.....☆

''اماں تو سو رہی ہے کیا؟'' وہ سونو کی آواز پر ہڑ بڑا کر سیدھی ہوئی۔ وہ اس کے قریب جھکا مدھم آواز میں بڑے پراسرار انداز میں پوچھ رہا تھا۔ ''نہیں نہیں سو کہاں رہی ہوں..... ایسے ہی آنکھ لگ گئی۔'' اماں بختے نے فوراً صفائی دی۔ ''اماں

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

نے کہا تھا کہ دیکھ آ کہیں تو سو تو نہیں رہی..... کوئی چیز اٹھا کر لے گیا تو گھاٹا ہوگا۔'' سونو نے اسی مدھم آواز میں کہا۔ وہ جیسے اپنی اور اماں کی گفتگو کو رضیہ تک پہنچنے سے بچانا چاہتا تھا۔ ''پتہ ہے مجھے..... اب تو اماں سے مت کہنا..... یہ دال سویاں لے لے۔'' اماں نے فوراً ایک کاغذ پر کچھ دال سویاں رکھتے ہوئے اسے پکڑائیں۔ ''اور کھانا نہیں لایا تو۔'' اماں کو سویاں پکڑاتے پکڑاتے یک دم یاد آ گیا۔

''وہ کھانا پکا نہیں..... اماں نے ہانڈی رکھی ہے ابھی۔'' سونو نے بڑے مزے سے منہ میں چند دال سویاں ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ سویاں کھاتے کھاتے گھر کے اندر آ گیا۔

''کیوں سو رہی تھی نا بڑھیا؟'' رضیہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ وہ قینچی سے کپڑا کاٹ رہی تھی۔ ''نہیں تو..... وہ تو جاگ رہی تھی۔'' سونو نے اطمینان سے جھوٹ بولا۔ ''سچ کہہ رہا ہے؟'' رضیہ نے کچھ اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔

''اور کیا..... یہ کھاؤ اماں۔'' سونو نے ساتھ ہی چند سویاں رضیہ کے منہ میں ڈال دیں۔ رضیہ تو بیٹے کے اس لاڈ پر جیسے قربان ہو گئی تھی۔ ''میرا چاند..... میرا لعل..... آ میرا سونو..... سو جا میری گود میں آ کے..... تھک گیا ہوگا۔'' رضیہ نے اسے زبردستی اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نہیں تھکتا۔'' سونو نے اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں تو تو بڑا پہلوان ہے تو کیوں تھکے گا۔'' رضیہ نے ہنستے ہوئے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ ''لیٹ جا اماں کی گود میں.....'' رضیہ نے زبردستی اسے لٹا کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ سونو نے آنکھیں بند کر لیں چند لمحے وہ اسی طرح ساکت لیٹا رہا پھر یک دم اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ''پر میں سو گیا تو اماں کو کھانا کون دے گا؟'' رضیہ نے اسے بے حد خفگی سے ایک چپت لگائی۔ ''دادی کا کتنا سگا بنتا ہے.....

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

سو جا چپ کر کے۔'' رضیہ نے بے حد نا خوش ہو کر کہا۔ سونو کچھ نا خوش ہو کر کچھ دیر ماں کے پاس لیٹا رہا۔ پھر رضیہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی اور سونو چپکے سے اٹھ کر گھر سے باہر آ گیا۔

''جا سونو کنگھی اور شیشہ لے کر آ۔'' اماں بختے نے اسے دیکھتے ہی فرمائش کی۔ وہ روز دہلیز پر ہی بیٹھ کر اپنے سر پر موجود ان بالوں کو سنوارا کرتی تھی جو اب رسی سے بھی زیادہ پتلے ہو چکے تھے۔ سونو پلک جھپکتے میں اندر سے شیشہ اور کنگھا لے آیا، لیکن اس بار اس نے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا تھا۔ اپنی گود میں کنگھا اور شیشہ رکھ کر اماں بختے آہستہ آہستہ اپنے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے سفید بالوں کی وہ بے ترتیب سی چٹیا کھولنے لگی تھی جو اب آدھ فٹ سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔

بمشکل بال کھول کر اس نے آہستہ آہستہ بالوں میں کنگھا چلانا شروع کر دیا تھا۔ سونو اس کے پاس بیٹھا بڑے شوق سے اسے بالوں میں کنگھا کرتے دیکھ رہا تھا۔ پھر اماں بختے نے سونو کو شیشہ تھماتے ہوئے کہا۔ ''لے سونو ذرا شیشہ پکڑ ..... میں چٹیا کر لوں۔'' سونو نے خوشی خوشی شیشہ پکڑ لیا۔ اماں بختے نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کے ہاتھ تھم گئے۔

☆.....☆.....☆

بختاور کمرے کی دیوار پر لگے آرائشی شیشے میں اپنے عکس کو کچھ مبہوت ہو کر دیکھ رہی تھی۔ تبھی شریف کمرے میں داخل ہوا اور اسے شیشے کے سامنے کھڑے دیکھ کر بولا۔ ''کیا دیکھ رہی ہے بختے؟'' بختاور نے چونک کر اسے دیکھا پھر وہ مسکرائی ''شیشے سے دیوار کیسے سج گئی ہے شریف۔''

''ہاں۔'' شریف نے اپنی قمیص کی آستینیں اوپر کرتے ہوئے کہا۔ ''اتنا سستا شیشہ ملا یہ..... حمیدہ کو تو یقین ہی نہیں آیا جب میں نے اس کی قیمت بتائی۔'' وہ اب

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اپنے دوپٹے کے پلّو سے بڑی احتیاط کے ساتھ شیشے کو صاف کر رہی تھی۔ ''میں تو شکر ادا کرتا ہوں کہ قسطیں ختم ہوگئی ہیں۔ .....سر پر قرضہ نہیں ہے اب .....'' شریف نے ٹرنک کھولتے ہوئے کہا۔ ''ہاں اللہ کا شکر ہے.....قرضہ ختم ہو گیا ورنہ کیسے جان عذاب میں رہتی تھی ہماری .....'' بختاور شیشہ صاف کرتے کرتے ایک لمحے کے لئے رکی، اور اس نے جیسے سکون کا سانس لیا۔ شریف نے ٹرنک سے کچھ نوٹ گن کر نکالے اور بختاور کو دیے۔ ''یہ لے۔''

''یہ کیا؟'' وہ حیران ہوئی ''اپنے لیے کپڑے بنا لے..... پورا سال ایک جوڑا بھی نہیں بنا تیرا۔'' شریف نے بڑے پیار سے اسے کہا تھا۔ بختاور نے کچھ شکر گزاری سے اس کے ہاتھ سے نوٹ پکڑ لیے۔ آخری بار نیا جوڑا کب پہنا تھا اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

☆.....☆.....☆

''اماں ہاتھ تھک گئے میرے..... اب بس کرونا۔'' سونو نے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر اپنا وزن منتقل کرتے ہوئے شیشہ پکڑے پکڑے کچھ بے زاری سے کہا۔ ''ہاں ہاں..... میں..... میں بس کر رہی ہوں.....'' اماں نے چونک کر اپنی چٹیا گوندھنا شروع کی..... اس کے کپکپاتے ہاتھ چٹیا کو الٹے سیدھے بل دے رہے تھے..... پر اس کا احساس تو خود اسے بھی نہیں تھا تو کسی دوسرے کو کیا ہوتا۔

''بس.....؟'' آخری بل لگتے دیکھ کر سونو نے پوچھا۔ ''ہاں بس.....'' اماں بختے نے تھکے ہوئے بازو کو ہلکا ہلکا دباتے ہوئے کہا۔ سونو نے اس کی گود سے کنگھا اٹھا لیا۔ ''روٹی پک گئی کیا؟'' اماں نے اس سے پوچھا۔ ''میں اماں سے پوچھ کے آتا ہوں۔'' سونو نے اسے اطلاع دی۔ ''نہیں اماں سے مت پوچھنا وہ ناراض ہوگی.....

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

تو خود باورچی خانے میں جا کے دیکھ کوئی روٹی بنا رہا ہے۔'' اماں بختے نے اسے ٹوکا اور کہا۔ دوپہر کا کھانا سلائی سیکھنے والی لڑکیاں ہی باری باری پکایا کرتی تھیں۔

''اچھا میں دیکھ کے آتا ہوں۔'' سونو غڑاپ سے ایک بار پھر گھر کے اندر غائب ہوگیا۔ اماں نے پیسوں کے ڈبے میں ایک بار پھر جھانک کر دیکھا۔ بھوک کے وقت پیسے گننا بڑا مشکل کام تھا۔

☆.....☆.....☆

''تم نے کچھ دیکھا شریف؟'' شریف لقمہ منہ میں رکھتے رکھتے رک گیا۔

''کیا؟''

''تو نے کچھ دیکھا ہی نہیں؟'' بختاور کچھ مایوس ہوئی۔ ''کہاں؟'' شریف نے کچھ بے چارگی سے کمرے میں ادھر اُدھر دیکھا۔ اسے اب بھی کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ ''کھڑکیوں کو دیکھ۔'' بختاور نے جیسے اسے گائیڈ کیا اور شریف نے بالآخر کہا۔ ''یہ پردے کہاں سے آئے؟''

''اچھے ہیں نا؟'' بختاور بے اختیار خوش ہوئی۔ ''ہاں اچھے ہیں پر کہاں سے آئے؟''

''میں خرید کر لائی ہوں..... لنڈا بازار سے۔'' بختاور نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔ ''تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے؟''

''وہ تو نے کپڑوں کے لیے دیے تھے نا اس سے پردے خرید لیے میں نے۔'' شریف نے لقمہ پلیٹ میں رکھ دیا۔ ''عید آرہی ہے تجھے اس لیے کپڑے بنانے کے لئے دیے تھے۔'' وہ ناراض ہوا۔ ''جہاں دو عیدیں نئے کپڑوں کے بغیر گزر گئیں وہاں ایک اور سہی..... کیا فرق پڑتا ہے..... پر تو فکر نہ کر میں نے بچوں

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کے لئے عید کے کپڑے خرید لیے ہیں۔'' بختاور نے اطمینان سے کہا۔ ''دو سال سے ایک بار بھی ہم سینما نہیں گئے جیسے پہلے جاتے تھے۔'' شریف نے کچھ اُداسی کے ساتھ کہا۔ ''سینما کیا ہم تو ایک بار بھی گھومنے نہیں گئے..... جیسے پہلے جاتے تھے ساحل سمندر پر..... چھٹی کے دن..... کتنی باتیں کرتے تھے ہم وہاں بیٹھ کر۔'' بختاور بھی اداس ہونے لگی۔ ''نان پکوڑے کھاتے تھے..... سوڈا پیتے تھے۔ بھٹہ کھاتے تھے..... اور پھر وہ خوشبو والا پان.....'' شریف کو پتہ نہیں کیا کیا یاد آنے لگا۔ ''اور اونٹ کی سیر.....'' بختاور نے لقمہ دیا..... ''اور وہ پھولوں کا گجرا جو تو ہمیشہ لیتی تھی۔'' بختاور شرما کر ہنس پڑی۔ دونوں کچھ دیر چپ بیٹھے رہے پھر شریف نے کہا۔ ''اب وہ سائیکل بھی نہیں جس پر تجھے بٹھا کر کہیں ساتھ لے جاؤں۔'' اور اتنے فالتو پیسے بھی نہیں کہ ان ساری چیزوں پر ضائع کر دیں۔''

''اور وقت بھی تو نہیں ملتا کہ میں تو دو گھڑی بیٹھ کر دکھ سکھ کی بات کر لیں۔'' شریف پھر اداس ہونے لگا۔ بختاور کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی پھر وہ ایک دم اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''میں بھی پتہ نہیں کہاں کے قصے لے کر بیٹھ گئی۔ منے کو دودھ دینا تھا..... اور تو نے روٹی کیوں چھوڑ دی..... روٹی کھا..... میں نے بھی دیکھو ابھی تک پانی تک نہیں لا کر دیا تجھے..... بڑی ہی کوڑھ مغز ہو گئی ہوں میں۔'' وہ کہتے ہوئے دوپٹے سے آنکھیں رگڑتے کمرے سے نکل گئی۔ شریف ویسے ہی بیٹھا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

''کھانا آ گیا اماں۔'' سونو نے چہکتے ہوئے اعلان کیا۔ ایک پلیٹ میں ایک روٹی رکھے اور اسی پلیٹ کے کونے میں سالن کی ایک کٹوری رکھے وہ بڑی احتیاط سے دہلیز پر نمودار ہوا تھا۔ اماں بختے ایک بار پھر حال میں واپس آ گئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''لا میرا لعل..... روٹی دے مجھے۔'' اماں نے کچھ بے صبری اور خوشی سے کہا۔ روٹی اور چائے یا گھر سے کسی دوسری کھانے والی شے کا ملنا پورے دن میں اس کے لئے خوشی کے سب سے بڑے لمحات تھے۔

سونو نے پلیٹ اسے تھما دی۔ اماں نے پلیٹ سامنے میز پر رکھ دی۔ ''ہاتھ تو دھلا میرے۔'' اماں نے سونو سے کہا۔ وہ اندر گیا اور چند سیکنڈز میں پانی کے ایک گلاس کے ساتھ نمودار ہوا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے نالی کے اوپر اماں نے ہاتھ بڑھا دیئے اور سونو ان پر پانی ڈالنے لگا۔ ''چل بس کر..... دھل گئے۔'' اماں نے اپنی قمیص کے ایک کونے سے ہاتھوں کو خشک کرتے ہوئے کھانے کی پلیٹ کو اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ سونو گلاس ہاتھوں میں لے کر دہلیز پر بیٹھ گیا۔ گلاس ابھی آدھا بھرا ہوا تھا۔ یہ باقی کا پانی اماں کھانا کھاتے ہوئے پیتی تھی۔

''کتنے گاہک آئے اماں؟'' سونو کو یک دم ''کاروبار'' میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اماں روٹی کا لقمہ ہاتھ میں پکڑے آلوؤں کے شوربے میں سے گوشت کا کوئی ٹکڑا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہفتے میں ایک دن گھر میں بڑا گوشت پکتا تھا اور آج وہی دن تھا..... کٹوری کی تہہ میں گوشت کے چند ریشے اور کچھ چھیچھڑے بالآخر اماں کو مل گئے۔ اس نے جیسے خوش ہو کر لقمہ منہ میں رکھا۔ ''دو گاہک آئے۔'' منہ میں موجود چند آخری دانتوں کے ساتھ لقمے کو چوسنے اور چبانے کی جدو جہد کے دوران اس نے سونو کو بتایا۔ ''میں پیسے گنوں.....؟'' سونو نے فوراً پیش کش کی۔ ''نہیں..... بے برکتی ہوتی ہے اس سے..... رات کو ہی گنیں گے..... جب دکان بند کروں گی۔'' اماں نے اسے بے اختیار روکا۔ ''پر میرے سامنے گننا اماں..... میں نے دیکھنا ہے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

گھاٹا کیسے ہوتا ہے۔'' سونو نے معصومیت سے کہا۔ شوربے میں متحرک اماں کی انگلیاں ساکت ہوگئیں۔

☆.....☆.....☆

''یہ فرنیچر برآمدے میں کیوں رکھ دیا ہے بختے.....؟'' شریف گھر میں آتے ہی چونکا تھا ڈرائنگ میں موجود واحد صوفہ اور میز برآمدے میں پڑے تھے۔

''اب یہ برآمدے میں ہی رہے گا۔'' اس کے پیچھے آتی بختاور نے اطمینان سے کہا۔

''کیوں؟'' شریف نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ ''کیونکہ میں نے برآمدے کو ڈرائنگ روم بنا دیا ہے اور ڈرائینگ روم بچوں کو دے دیا ہے۔'' بختاور نے پھر بتایا۔ ''کیوں بچوں کے بستر برآمدے میں لگادیتی..... وہ تو وہاں بھی آرام سے سو سکتے تھے۔'' شریف نے اعتراض کیا۔ ''لو میں اپنے بچوں کو برآمدے میں سلاؤں..... مہمان تو گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے آتے ہیں۔ میں ان کو کیوں نہ برآمدے میں بٹھاؤں..... میرے بچے رات کو برآمدے میں سوئیں اورانہیں ٹھنڈ لگ جائے تو کون ذمہ دار ہے۔'' بختاور نے بُرا مان کر کہا۔ ''چل اچھا کیا تو نے..... تیرا گھر ہے تو جو چاہے کر..... مہارانی ہے تو اس گھر کی۔'' شریف نے ہنس کر اس کی خفگی دور کرنے کی کوشش کی اور اندر چلا گیا۔ ''ہاں یہ تو ہے..... گھر تو میرا ہی ہے..... مہارانی تو میں واقعی ہی ہوں یہاں کی۔'' بختاور نے بڑے فخریہ انداز میں گھر کو ایک نظر دیکھ کر سوچا۔

☆.....☆.....☆

''اماں تو روٹی کیوں نہیں کھا رہی؟'' اسے گم صم بیٹھے دیکھ کر سونو نے کہا۔ اماں جیسے ہڑ بڑا کر سیدھی ہوئی۔ سالن ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ سالن کے اوپر تیرتی چمکدار چکنائی اب ٹھنڈی ہو کر ایک تہہ سی بنا رہی تھی شوربے کے اوپر اماں نے ٹھنڈے سالن

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کے اندر روٹی کا ایک اور ٹکڑا بھگونے کی کوشش کی۔ ''اور روٹی لا کر دوں؟'' سونو نے اس سے پوچھا۔ ''ابھی پہلی کہاں کھائی ہے؟'' اماں نے نم آنکھوں کے ساتھ لقمہ حلق سے اتارنے کی جدوجہد کی۔ اسے بے اختیار کھانسی آئی۔

☆.....☆.....☆

''یہ کھانسی کیوں ہو رہی ہے تجھے؟'' حمیدہ نے کچھ تشویش کے ساتھ بختاور سے پوچھا۔ وہ بری طرح کھانس رہی تھی۔ ''پتہ نہیں ایک ہفتے سے ہو رہی ہے..... پہلے کھانسی ہوتی ہے پھر سینے میں درد ہونے لگتا ہے۔'' بختاور نے اپنی کھانسی رکنے پر کہا۔ ''کوئی دوا لی.....؟'' حمیدہ نے پوچھا۔ ''لو میں خواہ مخواہ دوا دارو پر پیسے ضائع کیوں کروں..... انہیں پیسوں سے گھر کی کوئی اور چیز آجائے گی۔'' بختاور نے ہنس کر بے پروائی سے کہا۔ ''پھر بھی۔'' حمیدہ نے اصرار کیا۔ ''میں نے پہلے کبھی دوائیاں کھائی ہیں جواب کھاؤں گی خود بیمار ہوتی ہوں خود ہی ٹھیک ہو جاتی ہوں..... آ تجھے بچوں کا کمرہ دکھاؤں۔'' بختاور کو بات کرتے کرتے اچانک خیال آیا۔ ''پورے گھر میں تیرے گھر جیسا کوئی گھر نہیں بختے..... محلے کی عورتیں تو مثال دیتی ہیں تیری کہ بختے کے گھر تو روٹی زمین پر رکھ کر کھائی جاسکتی ہے..... ایسی صفائی ہے تیرے گھر کی۔'' حمیدہ نے اندر بچوں کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ بختاور کھانستے ہوئے دوپٹہ منہ پر رکھتے ہوئے فخریہ انداز میں مسکرائی تھی۔

☆.....☆.....☆

''پھر روٹی چھوڑ دی۔'' سونو نے اس بار اس کا ہاتھ ہلایا تھا۔ بختے جیسے کسی خلا سے واپس آئی تھی۔ سالن اب اور ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ ''ہاں کھاتی ہوں میں۔'' اماں بختے نے بے حد بے دلی کے ساتھ کہا۔ ''اماں میں تجھے ایک بوٹی لا کے دوں.....

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اپنے سالن سے.....؟'' سونو کو یک دم پتا نہیں کیا خیال آیا تھا۔''بوٹی.....'' اماں بختے بے اختیار بڑبڑانے لگی۔

☆.....☆.....☆

''اماں اور سالن چاہیے۔'' بختاور کے سب سے چھوٹے اور تیسرے بیٹے عبدل نے ضد کی۔ وہ سب صحن میں دسترخوان بچھائے کھانا کھا رہے تھے۔''اور سالن تو نہیں ہے بیٹا.....کل زیادہ سالن دوں گی تجھے۔'' بختاور نے اسے بہلایا۔''پر کل بوٹی والا سالن تو نہیں ہوگا..... مجھے بوٹی والا سالن لینا ہے۔'' عبدل نے ضد کی۔''لا میں دیتا ہوں تجھے۔'' شریف نے اپنا کٹورہ اٹھایا۔''تو چھوڑ شریف میں اپنا سالن ڈال دیتی ہوں اسے۔'' بختاور نے اسے ٹوکا۔''نہیں اماں میں نے ابا کا سالن لینا ہے..... بوٹی والا ..... تیرے سالن میں بوٹی نہیں ہوتی۔''

عبدل نے فوراً کہا اور اپنا کٹورہ باپ کے سامنے رکھ دیا۔ شریف نے اس کی بات پر ہنستے ہوئے اپنا تقریباً سارا سالن اس کے کٹورے میں الٹ دیا تھا۔ یہ لے میرا بیٹا اب کھا.....'' شریف نے اسے پچکارا تھا۔ شریف خود اب اپنے برتن میں بچے ہوئے تھوڑے سے شوربے میں اپنی روٹی لگا لگا کر کھانے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

''لاؤ میں بوٹی لا کر دوں اماں۔'' سونو نے اس کے ہاتھ سے سالن والا برتن لینے کی کوشش کی۔ اماں نے نم آنکھوں کے ساتھ اسے ٹوکا۔''نہ سونو.....بس یہ برتن اندر لے جا.....'' اماں نے اسے پلیٹ پکڑا دی تھی۔''پر تو نے روٹی تو کھائی نہیں اماں۔'' سونو نے پلیٹ پکڑتے ہوئے اس سے کہا۔''بھوک نہیں ہے سونو۔'' اماں نے اداسی سے پانی کا گلاس پکڑ لیا۔''بھوک کیوں نہیں ہے؟'' سونو نے پوچھا۔''اس عمر میں بھوک نہیں لگتی۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کیوں اماں؟'' ''مجھے نہیں پتا۔'' اماں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ ''تو پھر کس کو پتا ہے؟'' سونو ٹلنے والا نہیں تھا۔ اماں کچھ دیر چپ رہی پھر بولی۔ ''اللہ میاں کو.....'' ''وہ کدھر رہتا ہے؟'' سونو نے تجسس سے کہا۔ ''جہاں تیرا دادا رہتا ہے۔'' اماں بختے نے آنکھوں میں نمی لئے کہا۔ ''دادا اللہ کے پاس کیوں رہتا ہے؟'' اماں بختے سے پانی نہیں پیا گیا۔

☆.....☆.....☆

''بس ایک بار بچے بڑے ہو جائیں پھر سارے دلدر دور ہو جائیں گے ہمارے۔'' شریف نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں رات کو صحن میں چارپائی پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ''پھر ہم بھی اپنے گھر کو پکا کریں گے۔'' بختاور نے کہا۔ ''ہاں.....نقشہ بنا کر دوبارہ گھر بنائیں گے۔'' شریف کے پاس لمبی پلاننگ تھی۔ ''اوپر والی منزل بھی بنوائیں گے۔'' بختاور نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا۔ ''اور پورے گھر میں پتھر لگوائیں گے..... یہ لش لش کرتا ہوا۔'' بختاور کو میر صاحب کے گھر لگا پتھر یاد آیا۔ ''اور کمرہ ٹھنڈا کرنے والی مشین منگوائیں گے باہر سے..... وہ جو حاجی صاحب کے گھر لگی ہے۔'' شریف کو بھی ایک دوسرا محلے دار یاد آیا۔ ''اور وہ چیزیں ٹھنڈی کرنے والی مشین بھی لیں گے۔'' ''اور TV بھی۔'' دونوں کو ایک کے بعد ایک چیزیں یاد آ رہی تھیں۔ ''اور پھر ہم دونوں یہ بڈھا بڈھی سارا دن اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ کھیلا کریں گے۔'' شریف نے ہنس کر کہا۔ ''اور رات کو ہمارے بیٹے اور بہوئیں ہمارے پاس آ کر بیٹھیں گے۔'' بختاور نے خوابوں کی چادر میں ایک اور گرہ لگائی۔ ''بیٹے تیرے پیر دبائیں گے۔''

''اور بہوئیں تیرے۔'' شریف نے بے ساختہ کہا۔ ''ہماری خدمتیں کرتے پھریں گے..... اباجی اور اماں جی کہہ کہہ کر.....'' بختاور بھی ہنسی۔ ''میں تو پھر سارا دن

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

آرام سے لمبی تان کر سویا کروں گا۔'' شریف نے اپنے ارادے بتائے۔ ''نہ نہ ہم دونوں سیر کو نکلا کریں گے..... سمندر کو جائیں گے جیسے گھر میں آنے سے پہلے جاتے تھے۔'' بختار نے ایک عجیب سی حسرت کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑا۔ شریف کی آنکھیں اب اندھیرے میں بھی جگنوؤں کی طرح چمک رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''سلام اماں بختے۔'' وہ سترہ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان لڑکا تھا۔ اماں بختے نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیا لینا ہے؟'' اس نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ ''کچھ نہیں..... میں تو ملنے آیا ہوں ..... پہچانا نہیں تم نے مجھے؟'' اس لڑکے نے قدرے جوش کے عالم میں کہا۔ اماں نے عینک سیدھی کرتے ہوئے اس کو پہچاننے کی کوشش کی۔ دھندلاہٹ اتنی زیادہ تھی کہ اتنی دور کھڑے اس لڑکے کو وہ نہیں پہچان سکتی تھی۔ ''میں زاہد کا بیٹا ہوں اماں..... وہ سامنے والے گھر میں رہتے تھے دس سال پہلے ہم لوگ۔'' اس لڑکے نے تعارف کروایا اور اماں کو یک دم وہ یاد آ گیا۔ سات آٹھ سال کا ایک شرارتی بچہ جس نے پورے محلے کی جان عذاب میں کر رکھی تھی پھر وہ لوگ محلّہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب وہ اسے آٹھ نو سال کے بعد دیکھ رہی تھی اس لڑکے کی ماں رضیہ کی بڑی پکی سہیلی تھی۔ ''ہاہ..... روشن یہ تو ہے..... تو تو جوان ہو گیا'' اماں نے بے ساختہ کچھ حیران ہو کر کہا۔ ''اماں جوان ہوا ہوں بوڑھا نہیں ہوا'' روشن نے اسی طرح چمک کر کہا تھا۔ ''پر اتنی جلدی بڑا کیسے ہو گیا تو؟'' اماں کی حیرت ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ ''جس طرح ہر ایک کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں.....'' روشن نے چہک کر کہا اور چل پڑا۔ ''سب کے بچے.....'' اماں بڑبڑائی۔

☆.....☆.....☆

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''بختے میرے نئے جوتے نہیں مل رہے۔'' بختاور صحن میں کپڑے دھو رہی تھی جب شریف برآمدے میں پڑی چارپائی کے نیچے جھانکتا باہر آیا تھا۔

''وہ جبار پہن کر گیا ہے۔'' بختاور نے آرام سے کہا۔ ''جبار.....؟'' شریف کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ ''اسے پورے آ گئے؟'' وہ حیران تھا۔ بختاور ہنسی۔ ''تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے شریف..... کدھر بیٹھا ہے تو..... آنکھیں کھول کر دیکھا کر۔'' ''ہاں مگر میرے جوتے تو بہت بڑے تھے۔'' شریف کو اب بھی بے یقینی تھی۔ ''میرے بیٹے کو تو چھوٹے پڑ رہے تھے..... بڑی مشکل سے اٹکا کر گیا ہے پیروں میں۔'' بختاور نے بے حد فخر سے کہا۔ ''پر کیسے..... بیٹے جوان ہو گئے ..... پتا ہی نہیں چلا.....'' شریف کچھ حیرت سے کہتا ہوا کمرے میں واپس چلا گیا تھا۔ بختاور اس کے جملے پر ہنستی کپڑے دھوتی رہی۔

☆.....☆.....☆

عبدل کی چاروں بڑی بیٹیاں اسکول سے واپس آ گئی تھیں۔ اماں بختے نے ان کے کھلکھلانے کی آواز دور سے سُن لی۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ ''سلام اماں'' اماں کے پاس سے گزر کر گھر کے اندر جاتے ہوئے ان چاروں نے باری باری کہا تھا۔ اماں ایک ایک کے پیروں کو گھر کے اندر جاتا دیکھتی رہی۔ سونو صحن میں چھوٹی بہن سے لپٹ رہا تھا۔ پھر بڑی بہن نے اسے اٹھا کر پیار کیا..... سونو کی توجہ یک دم دادی سے بہنوں پر منتقل ہو گئی تھی، اور اماں بختے کچھ بے چین ہو گئی تھی۔

''سونو..... سونو'' اس نے بے اختیار آوازیں دینا شروع کر دیا..... یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے سونو کو آوازیں دیتا سن کر رضیہ بولنا شروع کر دے گی..... اور ایسا ہی ہوا تھا رضیہ نے اماں بختے کو جھڑکنا شروع کر دیا تھا صحن میں اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے..... لیکن سونو پھر بھی باہر آ گیا تھا۔ اماں بختے کو رضیہ کے لعن طعن کی پرواہ نہیں تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کیا ہے اماں؟'' سونو نے باہر آتے ہی پوچھا۔ ''تجھے دادی بھول گئی کیا؟''
اماں نے اسے آتے دیکھ کر ٹافیوں کا ایک ڈبہ ٹٹولنا شروع کر دیا تھا اور سونو نے اس کے ہاتھ کی حرکت دیکھ لی تھی۔ ''نہیں تو اماں..... یہ والی ٹافی دے دو مجھے۔'' سونو نے لاڈ سے کہتے ہوئے اماں کو اپنی پسند بھی بتا دی تھی۔

اماں نے ایک کی بجائے دو ٹافیاں نکال کر اسے تھما دیں۔ سونو نے بہت ہنستے ہوئے اماں سے ٹافیاں لی تھیں۔ ''اب بیٹھ جا میرے پاس۔'' اماں بختے نے اس سے کہا۔ سونو بڑی فرماں برداری سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ گلی سے یک دم ایک سکوٹر گزرا سونو ٹافی کھولنا کچھ دیر کے لئے بھول گیا۔ وہ تب تک سکوٹر کو دیکھتا رہا جب تک سکوٹر گلی کا موڑ مڑ کر غائب نہیں ہو گیا۔

''اماں تو ابا سے کہہ..... وہ سکوٹر لے لے.....'' سونو نے یک دم اماں سے کہا۔ ''سکوٹر؟ .....'' بختاور بری طرح چونکی۔ ''یہ سکوٹر کیسے یاد آ گیا تجھے؟'' میرا دل کرتا ہے اماں ..... ابا کے پاس ایک سکوٹر ہو..... جسے میں چلاؤں .....''

سونو نے ٹافی کا ریپر اتار کر اسے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''سکوٹر..... ابا کا سکوٹر.....'' اماں بختے نے بڑبڑانا شروع کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''اماں ابا..... سکوٹر لے کر آیا ہے۔'' جبار نے دروازے سے ہی گلا پھاڑتے ہوئے ماں کو اطلاع دی۔ کمرے میں جھاڑو لگاتی بختاور ایک دم ٹھٹھکی اور پھر جھاڑو چھوڑتی ہوئی باہر نکل آئی۔ جبار اب دروازے میں بھی نہیں تھا لیکن گلی میں کسی سکوٹر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ لپک کر دروازے تک گئی اور تبھی دروازے کے سامنے شریف نے ایک سکوٹر روکا جس پر اس کے پیچھے جبار اور غفار بیٹھے ہوئے تھے۔ ''یہ کس کا

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

سکوٹر اٹھا لایا ہے تو شریف۔'' شریف کو سکوٹر چلاتے دیکھ کر جیسے بختاور کو یقین نہیں آ رہا تھا..... پورے محلے سے عورتیں اور بچے ان کے دروازے کے باہر کھڑے ہونے لگے تھے۔ وہ محلے کا پہلا سکوٹر تھا۔

''میرا اپنا سکوٹر ہے ..... تھک گیا تھا بسوں کے دھکے کھاتے کھاتے اور پیدل چلتے چلتے اس لیے کام پر جانے کے لئے لیا ہے میں نے۔'' شریف نے سکوٹر سے اترتے ہوئے اس کو بتایا۔ ''اللہ میں تو ابھی میٹھے چاول پکا کر محلے میں بانٹتی ہوں..... اتنے سالوں بعد اللہ نے سواری نصیب کی ہے تجھے۔'' بختاور جذباتی ہو رہی تھی۔ ''ابا مجھے چابی دے سکوٹر کی..... میں ایک چکر لگا کر آؤں اس پر.....'' جبار نے باپ کے ہاتھ سے سکوٹر کی چابی پکڑ لی۔ ''غفار کو بھی پیچھے بٹھا لینا.....'' بختاور نے اسے آواز دی۔ ''اماں میں تو اب سکوٹر پر ہی کالج جایا کروں گا..... اپنے دوستوں کو جا کر ابھی بتاتا ہوں کہ ابا میرے لئے سکوٹر لے کر آئے ہیں۔'' جبار نے سکوٹر پر بیٹھ کر اسے سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں میں بختاور اور شریف نے اپنے دونوں بڑے بیٹوں کو سکوٹر سمیت غائب ہوتے دیکھا۔ ''سکوٹر جبار کو ہی دے دو..... دیکھو کتنا خوش ہے..... کالج آنے جانے میں بھی آرام ہو جائے گا اسے..... اور پھر محنت سے پڑھے گا۔'' بختاور نے کچھ سوچ کر شریف سے کہنا شروع کیا۔ شریف بھی سر ہلانے لگا۔ ''ہاں اچھا ہے جبار ہی کو دے دیتا ہوں بھائیوں کو سکول بھی چھوڑ دیا کرے گا۔ مجھے تو اب ویسے بھی بس پر جانے کی عادت ہے..... وہاں بھی میل ملاپ ہو گیا ہے میرا..... اب سکوٹر کہاں لیے لیے پھروں گا۔'' ''بڑھاپے'' نے ''جوانی'' کے سامنے بڑی آسانی کے ساتھ سپر ڈال دی تھی۔ ''پر میٹھے چاول ضرور بانٹ دینا محلے میں اور کوئی خیرات بھی دے دینا..... میرے بیٹوں کی نئی سواری آئی ہے۔'' شریف اندر جاتے ہوئے اسے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کہنا نہیں بھولا تھا۔ بختاور دروازے پر ہی کھڑی ان دونوں کی سکوٹر سمیت واپسی کی منتظر تھی۔ گھر کے دروازے کے سامنے اکٹھی ہونے والی بھیڑ سکوٹر کے غائب ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

''سکوٹر۔'' اماں بختے ایک بار پھر بڑبڑائی تھی۔''اور اماں پھر میں تجھے بھی سکوٹر پر بٹھایا کروں گا۔'' سونو کو یک دم دادی کا خیال آیا۔''مجھے؟'' اماں بختے نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔''ہاں تجھے بٹھا کر پتا کہاں لے کر جاؤں گا۔'' سونو نے جیسے اس کے تجسس کو ہوا دی۔''کہاں؟'' ''سمندر پر.....'' سونو نے کہا۔ اماں بختے پوپلے منہ کے ساتھ ہنس پڑی۔''اچھا سمندر پر لے کر جائے گا تو مجھے.....؟''

''اور کیا ..... بس اتنی سیر کرائے گا مجھے ..... ؟'' اماں بختے نے کہا۔

''نہیں.....نہیں اور بھی سیر کرواؤں گا تجھے ..... جہاز پر بٹھا کر۔'' سونو نے فوراً کہا۔

''جہاز پر بٹھا کر؟'' اماں کچھ اور ہنسی۔''کون سے جہاز پر بٹھا کر .....؟'' اس نے جیسے سونو کو چھیڑا۔''ہوائی جہاز پر بٹھا کر..... پھر تجھے ..... تجھے کویت لے کر جاؤں گا ..... جہاں تایا جی ہیں۔'' سونو نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ خیالی پلاؤ پکانے کی کوشش کی اور اس کوشش نے جیسے کوئی زخم ہرا کر دیا تھا۔ اماں بختے کی آنکھوں میں پانی اُتر آیا..... اس عمر میں دکھ پہاڑ بھی بن جائے تو بھی آنکھیں صرف نم ہوتی ہیں ان میں سیلاب نہیں آتا۔

☆.....☆.....☆

''تو ابا سے کہہ نا مجھے ویزے کے لئے پیسے دے دے۔'' جبار نے بختاور سے پھر ضد کرنی شروع کر دی تھی۔''شریف کے پاس کہاں ہیں پیسے.....؟'' بختاور

نے کچھ پریشان ہوتے ہوئے شوہر کی حمایت کی۔ ''تو ابا کسی سے قرضہ لے لے...... میں باہر جا کر لوٹا دوں گا۔'' جبار نے اصرار کیا۔ ''تیرے ابا اتنی سی عمر میں باہر نہیں بھیجیں گے تجھے۔ ابھی تو تو 20 کا بھی نہیں ہوا جبار......'' بختاور نے اس سے کہا۔ ''پہلے اپنی پڑھائی کر لے...... پھر چلا جانا باہر بھی۔'' ''پڑھائی کا کیا فائدہ ہے......؟ پڑھ لکھ کر کون سا افسر لگ جانا ہے مجھے...... نوکری کے لیے دھکے کھاؤں گا اور جوتیاں چٹخاؤں گا۔ بس تو ابا سے کہہ مجھے کویت بھیج دے۔ محلے کے سارے لڑکے جا رہے ہیں وہاں۔'' جبار نے کہا۔ ''مگر......'' بختاور نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ جبار نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔ ''میں نے تو ایک ایجنٹ سے بات بھی کر لی ہے...... 20 ہزار مانگ رہا ہے وہ تو بس بات کر ابا سے۔''

☆......☆......☆

''پر 20 ہزار میں کہاں سے لاؤں گا بختے تیرے بیٹے کا دماغ خراب ہو گیا ہے بیٹھے بیٹھے۔'' شریف جبار کا ارادہ اور مطالبہ سن کر بری طرح بگڑا تھا۔ ''تو کسی سے ادھار لے لے۔'' بختاور نے کچھ تھکے انداز میں کہا۔ ''20 ہزار کون ادھار دے گا مجھے۔'' شریف کچھ اور بگڑا۔ ''تو کسی سے بات تو کر۔'' بختاور نے اصرار کیا۔ ''بیٹے کو سمجھاتی کیوں نہیں تو......؟''

''تیرا خیال ہے میں نے نہیں سمجھایا کہ...... کتنے مہینے سے ہر روز یہی ایک ضد کرنے بیٹھ جاتا ہے میرے پاس اور اب تو کالج چھوڑنے کی دھمکی بھی دے دی ہے...... جب پڑھنا نہیں تو پھر کام تو کرنا ہی ہے اس نے...... کرتے دے اسے جا کر باہر کام۔ اس کی بھی زندگی بن جائے۔'' بختاور نے کہا۔ وہ میدے کی سویاں سکھانے کے لئے بنا رہی تھی اور آج پہلی بار سویاں ٹھیک نہیں بن رہی تھیں۔ ''جب گھر خریدنے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کے لیے قرضہ لیا تھا تو یاد ہے کتنی مشکل سے چکایا تھا۔'' شریف نے اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔ ''سب یاد ہے..... پھر چکا دیا تھا سارا قرض..... پھر چکا دیں گے..... وہ وعدہ کر رہا ہے کہ باہر جا کر سارے پیسے واپس کر دے گا۔'' بختاور نے یقین سے کہا۔ ''پر بختے.....'' بختاور نے شریف کو بات نہیں کرنے دی۔ ''تو بات کر کسی سے۔''

''گھر کو گروی رکھنا پڑے گا اتنی رقم قرضہ لینے کے لئے۔'' بختاور شریف کی بات پر بول ہی نہیں سکی۔ کسی نے جیسے اس کی جان نکال لی تھی۔ ''تو چپ کیوں ہے؟'' شریف نے اس سے کہا۔ ''کچھ نہیں ایسے ہی .....'' بختاور بمشکل بولی۔ اس نے میدہ ہاتھ سے رکھ دیا تھا۔ ''تجھے اچھا نہیں لگا تو گھر کو رہنے دیتے ہیں۔ میں دکان کو گروی رکھ دیتا ہوں۔'' شریف نے یک دم کہا۔ بختاور چونک گئی۔ دکان تو کاروبار تھا۔ رزق تھا۔ خدانہ خواستہ وہ چلی جاتی تو۔ ''نہیں ٹھیک ہے تو مکان ہی کو گروی رکھ دے..... جبار نے وعدہ تو کیا ہے۔ جاتے ہی سارا قرضہ لوٹا دے گا وہ..... بس ٹھیک ہے تو مکان ہی گروی رکھ دے.....'' بختاور نے شریف سے زیادہ جبار کا وعدہ جیسے خود کو تسلی دینے کے لئے دُہرایا۔

☆.....☆.....☆

''سو جا بختے ..... کتنی راتیں اسی طرح صحن کے چکر کاٹ کاٹ کر گزارے گی؟'' ہر رات کی طرح اس رات بھی اسے صحن میں چکر کاٹتے دیکھ کر شریف اندر چارپائی سے اٹھ کر باہر آیا تھا۔ ''بس جب سے میرا جبار گیا ہے کسی شے میں میرا دل ہی نہیں لگتا۔ پتا نہیں کیسے رہ رہا ہو گا وہاں۔'' بختاور نے بے حد اداسی سے کہا۔ ''وہ بڑا خوش ہے وہاں اس نے فون پر بتایا ہے مجھے۔'' شریف نے اسے یاد دلایا۔ ''وہ تو اس نے اس لیے کہا ہو گا کہ میں پریشان نہ ہوں ورنہ ماں اور گھر کے بغیر پردیس میں

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

کیسے خوش رہ سکتا ہے وہ۔'' بختاور کو یقین نہیں آیا۔ ''بختے تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے۔'' شریف نے اسے جتایا۔ ''کتنا بھی جوان ہو جائے۔ میرے لئے بڑا تھوڑی ہو گا۔'' بختاور رونے لگی تھی۔ ''تیرے کہنے پر ہی میں نے قرضہ لے کر اسے باہر بھجوایا اب تو ہی رو رہی ہے اس کے لئے .....'' شریف بگڑا تھا۔ ''بس میرا دل نہیں لگتا کسی بھی شے میں..... یاد آتا رہتا ہے وہ مجھے ہر وقت۔'' وہ کچھ اور زار و قطار رونے لگی تھی۔ ''آجائے گا وہ واپس .....بس پانچ چھے سال کی بات ہے .....تھوڑا پیسہ اکٹھا کر لے ،پھر آ جائے گا واپس ..... یہیں کوئی کام کرے گا۔'' شریف نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ ''تو سچ کہہ رہا ہے شریف؟'' بختاور کو روتے روتے جیسے کوئی آس لگی۔ ''اور کیا..... اس نے خود کہا ہے مجھ سے..... اور پھر دیکھ باقی بیٹے ہیں ابھی ہمارے پاس ان میں دل لگا تو۔'' بختاور کے آنسو تھمنے لگے۔

☆.....☆.....☆

جب جبار کو بھیج دیا تو مجھے کیوں نہیں بھیج سکتے ؟'' غفار چلا رہا تھا۔ ''اسے بھیج کر اتنی اداس رہتی ہوں تو اور اداس کرنا چاہتا ہے مجھے ؟'' بختاور کی آنکھوں میں آنسو اترنے لگے۔ ''اب تیری اداسی کے لئے میں گھر تو نہیں بیٹھ سکتا ابا سے کہہ مجھے ویزے کے لئے پیسے دیں۔'' غفار نے بڑی بدتمیزی کے ساتھ کہا۔ ''پر غفار پیسے نہیں ہیں تیرے ابا کے پاس۔'' بختاور نے بے بسی سے کہا۔ ''کیوں جبار نے جو پیسے بھجوائے تھے باہر سے.....وہ کہاں ہیں ؟'' وہ تو گھر گروی رکھ کر اسے باہر بھیجنے کے لئے جو قرض لیا تھا اسے اتارنے کے لئے بھیجے تھے اس نے۔'' بختاور نے اس سے کہا۔ ''تو پھر اب گھر کو میرے لیے گروی رکھ کر رقم لیں..... میں بھی کویت جا کر بھیج دوں گا آپ کو یہ پیسے واپس۔'' غفار نے جیسے اعلان کیا تھا۔ بختاور نے بے یقینی سے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اس کا چہرہ دیکھا وہ کتنی آسانی سے اس گھر کو گروی رکھنے کی بات کر رہا تھا جسے خریدنے اور بنانے میں اس کی ساری جوانی چلی گئی تھی۔ وہ ''گھر'' تھا اس کا..... یہ بات وہ انہیں سمجھا نہیں پا رہی تھی..... یہ بات کوئی بھی ''مرد'' نہیں سمجھ سکتا۔

☆.....☆.....☆

''اماں میں جیلی لے لوں.....؟'' سونو نے اسے ایک بار پھر چونکایا۔ وہ منہ کھول کر جماہی لیتے ہوئے کھانے پینے کے ڈبوں میں پڑی چیزوں پر نظر ڈال رہا تھا۔ ''جیلی کیا.....؟'' ایک لمحے کے لئے اماں بختے کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ ''یہ والی جیلی۔'' سونو نے جیلی کا پیکٹ پکڑ کر اس کے سامنے لہرایا۔ وہ اماں بختے کی دکان کا سب سے مہنگا آئٹم تھا۔ ''ساری جیلی کھائے گا؟'' اماں کچھ گریزاں ہوئی۔ ''ہاں بھوک لگ رہی ہے۔'' سونو نے کہا۔ ''تو بسکٹ کھا لے۔'' اماں نے بسکٹ کا ایک پیکٹ اٹھایا۔ ''نہیں مجھے تو جیلی ہی کھانی ہے..... بس جیلی ہی..... مجھے جیلی ہی کی بھوک ہے۔'' سونو نے دوٹوک انداز میں اماں سے کہا۔ ''اچھا چل لے لے..... بڑی ضد کرنے لگا ہے اب تو سونو.....'' اماں نے فوراً اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے جیلی کا پیکٹ اسے تھما دیا تھا۔ سونو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ اس نے اماں کے تبصرے پر بھی غور نہیں کیا۔ وہ بس خوشی خوشی جیلی کا پیکٹ کھولنے میں مصروف تھا۔

اماں نے جو کچھ زرق برق کپڑوں میں ملبوس کچھ بچیوں کو اپنے سامنے سے گزر کر گلی کے ایک گھر میں جاتے دیکھا۔ شاید بڑی گلی کے کسی گھر میں شادی تھی کیونکہ بہت دور سے باجوں کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔

''اماں میں دولہا دیکھوں گا۔'' سونو نے یک دم کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ باجوں کی آواز اس نے بھی سن لی تھی۔ ''اماں سے پوچھ کر جانا سونو۔'' اماں بختے نے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اسے روکنے کی کوشش کی۔ ''اماں کو رہنے دو۔'' سونو تقریباً بھاگتا ہوا کہتا چلا گیا۔ محلے کے کچھ اور گھروں سے بھی بچے اور کچھ عورتیں نکل کر بڑی گلی کی طرف گئی تھیں۔ باجوں کا شور اب بہت زیادہ اور بہت قریب آ رہا تھا۔ اماں جا سکتی تو اس وقت وہ بھی گلی کے موڑ پر کھڑے مجمع میں شامل ہوتی جو بڑی گلی سے گزرنے والی بارات کو دیکھ رہا تھا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد باجوں کا شور کم ہونے لگا پھر آہستہ آہستہ اس مجمع میں موجود عورتوں اور بچوں کی اپنے اپنے گھر کو واپسی ہونے لگی۔

اماں سونو کی منتظر تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے بالآخر سونو کو نمودار ہوتے دیکھ لیا۔ اماں نے اطمینان کا سانس لیا۔

''دیکھ لی بارات؟'' سونو کے قریب آتے ہی اماں نے پوچھا۔ ''ہاں'' سونو نے قدرے پر جوش انداز میں کہا۔ ''دولہا بھی دیکھا؟'' اماں بختے نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ ''ہاں دولہا بھی دیکھا۔'' سونو نے سر ہلایا۔ ''اماں میری شادی کب ہوگی؟'' سونو نے یک دم اماں سے پوچھا۔ اماں کو ہنسی اور کھانسی کا دورہ پڑا۔ ''شادی کرے گا تو؟'' اماں نے دونوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔ ''ہاں'' سونو سنجیدہ تھا۔ ''اچھا میں کہتی ہوں تیری ماں سے..... کہ لڑکی ڈھونڈے تیرے لئے۔'' اماں بختے نے ہنستے ہنستے کہا۔ ''لڑکی کیوں ڈھونڈے؟'' سونو چونکا۔ ''لے لڑکی کے بغیر ہی شادی کر لے گا؟'' اماں کو ہنسی اور کھانسی کا ایک اور دورہ پڑا۔ ''پر اماں میں نے تو تیرے ساتھ شادی کرنی ہے۔'' سونو نے اسی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ اس بار اماں کو صرف کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔ مزید ہنسنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ ''پر سونو میں تو بوڑھی ہو گئی ہوں۔'' اماں نے بالآخر اپنی ہنسی اور کھانسی دونوں پر قابو پا لیا تھا۔ ''کوئی بات نہیں۔'' سونو کی سنجیدگی برقرار تھی۔ ''اچھا پھر کیا کرے گا؟'' اماں بختے نے پوچھا۔ ''پھر میں اپنے سارے پیسے تجھے دے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

دوں گا۔ جیسے ابا اماں کو دے دیتا ہے..... میں بھی ساری چیزیں تجھے ہی لا کر دوں گا.....'' اماں کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ''کیوں؟.....'' اس نے بہ مشکل پوچھا۔ ''تا کہ تجھے گھاٹا نہ ہو۔'' سونو نے جواب دیا۔ اماں کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''عبدل کی شادی کر دیتے ہیں بختے۔'' بختاور شریف کی اس بات پر جیسے کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔ وہ آٹا گوندھ رہی تھی۔ ''یہ بیٹھے بٹھائے تجھے عبدل کی شادی کا خیال کہاں سے آ گیا۔'' بختاور کو اس کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔ شریف کچھ دیر چپ چاپ سر جھکائے چارپائی پر بیٹھا رہا پھر اس نے گہرا سانس لے کر کہا۔ ''وہ بھی مجھ سے کویت بھیجنے کی ضد کر رہا ہے۔ شادی کر دیں گے تو بیوی روک لے گی اسے۔'' آٹا گوندھتے گوندھتے بختاور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ ''اگر ماں باپ نہیں روک سکتے تو بیوی کیسے روک لے گی۔'' بختاور نے جیسے کچھ تڑپ کر کہا تھا۔ ''بیویاں روک لیا کرتی ہیں بختے۔'' شریف کے لہجے میں عجیب سی اداسی تھی۔ عبدل بھی باہر چلا گیا تو ہم اکیلے کیا کریں گے یہاں..... اتنے مہینے سے جبار اور غفار نے پہلے ہی کوئی رابطہ نہیں کیا، تو عبدل کو بھی گنوانا چاہتی ہے کیا؟'' بختاور کو لگا شریف کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس دن پہلی بار اسے لگا شریف بوڑھا ہو گیا تھا۔

''پر شریف شادی کے لئے پیسہ کہاں سے آئے گا؟..... ابھی تو غفار نے وہ رقم تک واپس نہیں کی جو گھر گروی لے کر اسے دی تھی:..... جبار بھی کوئی پیسہ نہیں بھیج رہا.....'' بختاور نے بے حد تشویش کے ساتھ کہا تھا۔ ''جہاں اتنا گھاٹا..... وہاں کچھ اور سہی..... کچھ اور روپیہ ادھار لے لوں گا میں..... شادی سادگی سے کر لیں گے۔'' شریف نے کہا۔

☆.....☆.....☆

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''دیکھ شریف میری بہو کا دوپٹہ.....'' بختاور نے بڑی خوشی خوشی ایک سرخ دوپٹہ شریف کے سامنے پھیلایا جس پر وہ گوٹا لگا رہی تھی۔ شریف تھوڑی دیر پہلے ہی کچھ سامان لے کر کمرے میں آیا تھا اور اب اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ اس نے بڑے بے تاثر انداز میں دوپٹے پر ایک نظر ڈالی اور مدھم آواز میں کہا۔ ''اچھا ہے۔'' بختاور نے اس کے بجھے ہوئے لہجے پر غور کئے بغیر کہا۔ ''بس آج رات مکمل کر لوں گی اسے..... چاہے رات جاگنا ہی کیوں نہ پڑے مجھے۔'' بختاور ایک بار پھر دوپٹے پر گوٹا لگانے لگی۔ ''میں سوچ رہا ہوں ہم یہ کمرہ عبدل اور اس کی دلہن کو نہ دے دیں۔'' شریف نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیا مطلب؟..... اپنا کمرہ عبدل کو دے دیں..... تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' وہ ناراضی سے کہہ کر دوبارہ گوٹا لگانے لگی۔ ''ہاں..... یہ ذرا اچھا کمرہ ہے..... بڑا بھی ہے.....'' شریف نے کہا۔ ''عبدل کا کمرہ بھی اچھا ہے۔'' بختاور نے دو بہ دو کہا۔ ''یہ ذرا زیادہ اچھا سجا ہے۔'' شریف نے کہا۔ ''میں عبدل کے کمرے کو بھی اچھی طرح سجا دوں گی رضیہ کے سامان سے تو فکر نہ کر۔'' بختاور نے اس کی بات کاٹی۔ ''پھر بھی میں.....'' بختاور نے اس بار پھر اس کی بات کاٹی۔ ''میں تو اپنا کمرہ کبھی نہیں چھوڑوں گی..... چاہے ایک نہیں تین تین بہوئیں آ جائیں..... تو ایسا خیال بھی اپنے دل میں مت لانا..... عبدل کو پتا چلا تو ہنگامہ مچا دے گا وہ کہ ابا نے ایسا سوچا بھی کیوں۔'' بختاور نے بے حد غرور سے کہا۔ ''تجھے پتا ہے کیسے جان چھڑکتا ہے وہ مجھ پر..... یہ تو برداشت بھی نہیں کرے گا کہ میری جوتی بھی ادھر سے ادھر ہو اور تو کمرہ چھوڑنے کو.....'' وہ گوٹا لگاتے بڑے مان سے بولتی جا رہی تھی۔ جب شریف نے مدھم آواز میں اس کی بات کاٹی۔ ''عبدل نے ہی کہا ہے مجھ سے..... کہ اسے اپنی بیوی کے لئے یہ کمرہ چاہیے۔'' گوٹا

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

لگاتے ہوئے سوئی اس کی انگلی میں چبھی تھی پر زخم دل پر پڑا تھا۔ وہ گوٹے کے پھولوں سے نظر نہیں اٹھا سکی ..... نظر اٹھا کر شریف سے نظریں ملانا ایسا ہی دوبھر ہو گیا تھا اس کے لئے۔ پھر یک دم اس نے مسکرا کر سر اٹھایا اور پلکیں جھپک کر آنکھوں میں امڈتی نمی کو چھپاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں تو ..... وہ ..... وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے ..... وہ کمرہ چھوٹا ہے ..... یہ ..... یہ ٹھیک ہے ..... ہم نے اتنا بڑا کمرہ کیا کرنا ہے ..... میں تو خود ہی سوچ رہی تھی کہ عبدل کو خود ہی کہوں۔''

''تو رو رہی ہے بخت .....'' شریف نے اس کی آنکھوں میں آتی نمی کو دیکھ کر بے چین ہو کر پوچھا۔ ''نہ ..... نہ ..... رونا کیوں ہے میں نے ..... یہ سوئی لگ گئی ہے انگلی میں ..... تجھے تو پتہ ہے مجھ سے چوٹ نہیں سہی جاتی۔'' اس نے ہنس کر دوپٹے سے آنکھوں کو رگڑا اور دوبارہ دوپٹے پر گوٹا لگانے لگی۔

☆.....☆.....☆

''اماں ٹھیک سے بیٹھ جاؤ ..... اماں آ رہی ہے تجھ کو دیکھنے۔'' سونو بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔ اماں بخت یک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے میز پر پڑی چیزوں کے ڈبوں کو بھی ٹھیک کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خود کو مصروف ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ سونو دوبارہ غائب ہو چکا تھا۔

چند منٹوں کے بعد وہ ماں کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ رضیہ دبے قدموں آئی تھی لیکن اماں کو ہوشیار بیٹھا دیکھ کر وہ جیسے کچھ مایوس ہوئی۔ ''سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے یہاں؟'' اماں نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا اور میکانکی انداز میں کہا۔ ''ہاں'' ''گاہکوں سے پیسے دو دفعہ گن کر لینے تھے۔'' رضیہ نے کہا۔ ''دو دفعہ گن کر لیے ہیں۔'' اماں نے پھر دہرایا۔ ''چیزیں احتیاط سے دینی تھیں .....'' ''احتیاط سے دی ہیں۔''

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''کسی کو ادھار نہیں دینا۔''

''کسی کو ادھار نہیں دیا۔'' اماں جیسے کوئی سبق دہرا رہی تھی رضیہ کے پیچھے.....

''کسی کو مفت کچھ نہیں دینا۔''

''کسی کو مفت کچھ نہیں دیا۔''

''خود بھی کچھ نہیں کھانا۔'' ''خود بھی کچھ نہیں کھایا۔''

''آج گھاٹا نہیں ہونا چاہیے'' اماں نے اس بار سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر سونو کو..... پھر وہ بڑبڑائی۔ ''آج گھاٹا نہیں ہوگا۔''

''روز ہی کہتی ہے تو یہ..... یہ تو شام کو پتا چلے گا جب میں حساب کروں گی..... یہ سونو کو بسکٹ دے دے ایک پیکٹ۔'' رضیہ نے تند و تیز آواز میں کہتے کہتے سونو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اماں سے کہا۔ ''نہیں میں ٹافی لوں گا۔'' سونو نے فوراً کہا۔ ''چل ٹافی لے لے..... اور ادھر ہی بیٹھ اماں کے پاس..... دھیان رکھ کہ چیزیں ٹھیک سے بیچ رہی ہے۔'' رضیہ کہتے ہوئے واپس اندر چلی گئی۔ سونو نے اس بار ایک ٹافی خود اٹھا لی اور اماں کے پاس بیٹھ گیا۔ اماں نے رضیہ کے جانے پر جیسے سکون کا سانس لیا تھا۔

تبھی اماں کا ایک اور گاہک پہنچ گیا تھا۔ وہ محلے کے آخری گھر میں رہنے والی عورت زبیدہ تھی۔ کمر پر ایک سال ڈیڑھ سال کا بچہ اٹھائے اس نے اماں سے ایک بسکٹ کا پیکٹ لیا اور اسے کھول کر اپنے بیٹے کو تھما دیا۔ بچے نے چند لمحوں کے لئے منہ بسورا چند بار ٹانگیں چلائیں پھر بسکٹ کا پیکٹ تھام لیا۔ ''جبار اور غفار کا کوئی خط پتر..... کوئی فون آیا.....؟'' زبیدہ نے اپنا سر کھجاتے ہوئے اماں سے پوچھا۔ وہ گپ

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

شپ کے موڈ میں تھی۔ ''نہیں پردیس میں وقت کہاں ملتا ہے۔'' اماں بڑبڑائی تھی۔ ''آخری بار دس سال پہلے آئے تھے باپ کی وفات پر.....'' زبیدہ نے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی۔ اماں بختے کی رنگت کچھ پھیکی پڑی اور اس نے سر ہلا دیا۔ ''آئے ہائے دس سال میں ایک بار بھی ماں کی یاد نہیں آئی۔'' زبیدہ نے جیسے ہمدردی کی لیکن اماں بختے تڑپ گئی۔ ''یاد کیوں نہیں آتی ہو گی..... یاد تو آتی ہو گی..... کوئی ماں کو تھوڑی بھول جاتا ہے..... جب بھی بیویوں کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہوں گے تو میرے ہاتھ کا کھانا یاد آتا ہو گا انہیں ..... ان کی بیویاں میرے جیسا تھوڑا پکا سکتی ہیں۔'' زبیدہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اماں کی بات کی کسی دلچسپی کے بغیر تائید کی۔ ''ہاں یہ تو ہے۔'' ''اور میری طرح کون کلف لگا کر کپڑے دیتا ہو گا انہیں ..... کھڑکھڑ کرتے کپڑے.....'' اماں کچھ اور جذباتی ہوئی۔ ''پر اماں اب تو مشینوں میں کپڑے دھلتے ہیں اور باہر تو فرنگیوں جیسے کپڑے پہنتے ہیں سب لوگ ..... ان کو کہاں کلف لگانی پڑتی ہے۔'' زبیدہ نے جیسے تصحیح کرنے کی کوشش کی۔ ''پر میری طرح کون سر میں تیل ڈال کر مالش کرتا ہو گا۔'' اماں نے اصرار کیا۔ وہ اپنا کیس ہارنے پر تیار نہیں تھی۔ ''پر اماں تیرے بیٹوں کے سر پر تو اب چار بال ہوں گے ..... تیل کی ضرورت کہاں پڑتی ہو گی گنجے سر کو..... وہ تو ویسے ہی چمکتا ہے۔'' زبیدہ نے جیسے مذاق اڑایا۔ اماں بختے کو اس کی بات پر ہنسی نہیں آئی۔ ''اور کون میری طرح لوری دیتا ہو گا۔'' زبیدہ نے اس بار کھل کر قہقہہ لگایا۔ ''لے اماں 50,50 سال کے ہو رہے ہیں تیرے بیٹے اب تیری لوریاں کہاں یاد کرتے ہوں گے۔'' اس سے پہلے کہ اماں کچھ کہتی۔ زبیدہ کے بیٹے نے بسکٹ نیچے گرنے پر غصے میں آ کر زبیدہ کے منہ پر چانٹا مارا تھا۔ ایک لمحے کے لئے زبیدہ نے درد سے بے حال ہو کر گال پر ہاتھ رکھا۔ پھر ہنس پڑی ..... ''دیکھو

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

ابھی سے کتنا غصہ آتا ہے اماں اسے ..... میں ذرا رضیہ سے سلام دعا کرلوں۔'' وہ کہتے ہوئے دہلیز پار کر کے اندر چلی گئی۔ اماں بختے وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

شریف کی گود میں بیٹھی عبدل کی ڈیڑھ سالہ بیٹی شریف کے منہ پر ہلکے ہلکے طمانچے مار رہی تھی۔ شریف سر جھکائے صحن کی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ باورچی خانے میں سالن میں کفگیر چلاتی بختاور بے حد بے بسی سے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ عبدل پچھلے ایک گھنٹے سے صحن میں کھڑا باپ پر چلا رہا تھا۔

''سارے گھاٹے سارے عذاب میری جان کے لئے چھوڑ دیئے ..... وہ دونوں بڑے کویت میں بیٹھے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عیش کر رہے ہیں ..... انہیں ماں باپ کو خرچہ بھیجنے کی توفیق تک نہیں ہے..... خرچے کو تو چھوڑ..... غفار نے مکان پر گروی لی جانے والی رقم تک نہیں بھیجی..... میں بچے پالوں یا ماں باپ پالوں..... اب کون اتارے گا اس گھر کے قرضے..... ابا میں بتا رہا ہوں تجھے..... میں نے گروی کی رقم تبھی دینی ہے۔ جب یہ گھر تو میرے یا میری بیوی کے نام کرے گا..... ہر گھاٹا تو نے میرے ہی گلے میں ڈالنا ہے.....'' عبدل چلا رہا تھا۔ شریف نے ایک بار بھی سر نہیں اٹھایا۔ اس کی دکان اب عبدل چلا رہا تھا اور جوڑوں کے درد کی وجہ سے اس نے پچھلے سال سے دکان پر جانا بند کر دیا تھا.....

''لے مکان تیرے یا میرے نام کیوں کریں گے..... وہ تو دیں گے اپنے دونوں چہیتے بیٹوں کو..... اور خدمت کر کے میں اور تو مر جائیں گے۔'' رضیہ بھی اب اندر سے آ گئی تھی۔

''تو ٹھیک ہے ابا اس بار وہ گروی والے پیسے مانگنے آئیں گے تو میں کہہ دوں گا ان سے کہ مکان پر قبضہ کر لیں وہ۔'' عبدل نے باپ کو دھمکایا۔ شریف نے

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

سر اٹھایا۔ دور باورچی خانے میں آنسو بہاتی بختاور کو اس نے دیکھا پھر شکست خوردہ انداز میں عبدل سے کہا۔ ''تو کاغذ بنوا لے..... تیرے نام کر دیتا ہوں میں یہ گھر۔'' رضیہ نے یک دم فاتحانہ انداز میں باورچی خانے میں دوپٹہ آنکھوں پر رکھ کر روتی ساس کو دیکھا اور اندر چلی گئی۔

''تو نے گھر عبدل کے نام کر کے اچھا نہیں کیا..... جبار اور غفار کو پتا چلے گا تو کتنا ہنگامہ اٹھائیں گے وہ..... آخر ان کا بھی حصہ ہے اس گھر میں۔'' بختاور نے بے حد رنج کیساتھ شریف سے کہا۔ وہ دونوں بے حد مدھم آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی کوئی بات سن کر بیٹا یا بہو طوفان اٹھائیں۔

''یہ گھر نہیں گھاٹا ہے بختے ..... اور گھاٹے میں کسی کا حصہ نہیں ہوتا ..... گھاٹا پورے کا پورا کسی ایک کے حصے میں آتا ہے۔'' شریف نے تسبیح کے دانے پھیرتے ہوئے کہا۔ بختاور پھپھک کر رو پڑی ''گھر گھاٹا کیسے بن جاتا ہے شریف؟''

''گھاٹا کھانے والا آدمی کیسے جواب دے اس کا ..... یہ سمجھ آ جائے تو آدمی گھاٹا کیوں کھائے۔'' شریف بے حد اداس تھا۔ بختاور نے یک دم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''تو لیٹ جا شریف ..... تیری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' بختاور نے اپنی چادر سے آنکھیں رگڑ کر کہا۔ شریف بے حد رنج کے عالم میں اس کا چہرہ بہت دیر دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ''اب لیٹنا ہی ہے بختے ..... گھاٹا کھا کھا کر اب لیٹنا ہی ہے۔'' بختاور کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

☆.....☆.....☆

''باپ کی موت کا سنتے ہی دونوں بیٹے باہر سے آ گئے۔'' ''بڑی سعادت مند اولاد ملی بھائی شریف کو۔''

''اللہ ایسی اولاد سب کو دے۔''

صحن میں تعزیت کرنے والی عورتیں بیٹھی ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھی بختاور کے کانوں میں جبار اور غفار کے جھگڑے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

''ابا نے جیتے جی ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو مر کر کیسے کرتے۔'' یہ جبار تھا۔ ''ارے پوری کی پوری جائیداد چھوٹے کے نام کر دی یوں جیسے اکلوتی اولاد ہووہ ابا کی۔'' غفار نے حلق کے بل چیخ کر کہا تھا۔ ''اور ایک ہم ہیں کہ پاگلوں کی طرح دوڑے آئے باپ کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے ..... کاروبار بند کر کے..... جہاز کے کرائے پر بھی پیسہ برباد کیا ہم لوگوں نے۔'' شریف کی تدفین کے فوری بعد دونوں بڑے بیٹوں نے مکان اور دکان میں اپنے حصے کا مطالبہ کر دیا تھا، اور یہ پتا چلنے پر کہ وہ دونوں چیزیں شریف بہت پہلے عبدل کے نام کر چکا تھا۔ وہ دونوں آگ بگولہ ہو گئے تھے۔

''میں تو اب دوبارہ اس گھر میں قدم تک نہیں رکھوں گا۔'' جبار نے اعلان کیا تھا۔ ''ارے جس گھر میں حصہ تک نہیں ہمارا وہاں پیر بھی کیوں رکھیں ہم اپنا۔'' ''جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے اماں..... سمجھ لے آج ابا نہیں تو بھی مر گئی ہمارے لیے۔''

بختاور یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ''ارے صبر کر اماں..... جانے والے کا دکھ بڑا ہے پر صبر کر..... دیکھ تیری اولاد چھوڑ کر گیا ہے وہ تیرے لیے۔'' ایک عورت نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

☆.....☆.....☆

دوپٹے سے اماں بختے نے اپنی آنکھیں رگڑیں..... دس سال ہو گئے تھے شریف کو گئے پر ہر بار وہ اسے یاد آتا تھا تو دل بھر آتا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

دور سے عبدل جوتا گھسیٹتے آ رہا تھا۔ اماں اب اس کے چلنے کی آواز تک پہچانتی تھی۔ وہ یک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

''آ گیا بیٹا.....'' اس نے عبدل کو قریب آنے پر کہا۔ عبدل کے ہاتھ میں پھلوں کا لفافہ تھا۔ دہلیز میں اس کے نمودار ہوتے ہی سونو بھاگتا آ گیا تھا۔ عبدل نے اماں کے سلام کا جواب نہیں دیا اس کی پوری توجہ چار سالہ سونو پر تھی جو اس کی ٹانگوں سے لپٹ کر اب اس لفافے کو اس کے ہاتھ سے چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔

''لے چھین کیوں رہا ہے ..... تیرے لیے ہی لایا ہوں ..... تیرا ہی ہے سب کچھ۔'' عبدل لفافہ سونو کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اندر چلا گیا۔ اماں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

''تجھ سے ایک بات کرنی ہے اماں۔'' عبدل کے لہجے میں ایسی مٹھاس کتنی دیر بعد سنی تھی اس نے..... وہ یک دم اٹھ کر بیٹھ گئی..... ''ہاں..... ہاں..... بول بیٹا.....'' عبدل اس کی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔ ''بچے بڑے ہو رہے ہیں ہمارے..... اور گھر بڑا چھوٹا ہے۔'' عبدل نے تمہید باندھنی شروع کی۔ اماں نے سوچے سمجھے بغیر اس کی تائید کی۔ ''ہاں گھر تو چھوٹا ہے..... چار بچوں کے ساتھ آسانی سے تو گزارہ نہیں ہوتا..... پر تو فکر نہ کر..... میں اللہ سے دعا کروں گی تجھے اور رزق دے اتنا پیسہ دے کہ تو اوپر بھی ایک کمرہ بنا لے۔'' اماں کا خیال تھا وہ دعا لینے آیا تھا۔ ''رزق اور پیسہ تو جب آئے گا آئے گا..... فی الحال تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تو برآمدے میں سو جایا کر۔ اس کمرے میں بچوں کو رکھنا چاہتے ہیں ہم۔'' عبدل کے لہجے میں اس بار ٹھنڈک تھی۔ ''پر برآمدے میں تو صوفہ.....'' بختاور نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ عبدل

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''صوفہ وہیں رہے گا ..... دن کے وقت رضیہ تجھے صحن میں چارپائی ڈال دیا کرے گی اور رات کے وقت صوفہ ہٹا کر برآمدے میں۔''

"پر عبدل تجھے پتا ہے مجھے برآمدے میں سونے کی عادت نہیں ہے۔"

بختاور نے بڑی کمزور آواز میں کہا۔ "جب سونا شروع کرو گی تو عادت ہو جائے گی اماں ..... اب ابا تو ہے نہیں ..... پورا کمرہ کیا کرنا ہے تو نے .....؟" عبدل نے کچھ بے زاری سے کہا۔ "میں بچوں کو اپنے ساتھ سلالوں گی۔ وہ تو پہلے بھی میرے پاس ہی سوتے ہیں۔" اماں نے آخری مزاحمت کی۔ "بچوں کو پڑھائی کے لئے جگہ چاہیئے..... تیرے کھانسنے سے وہ تنگ ہوتے ہیں ..... ساری عمر کمرے میں رہی ہے تو اماں ..... اب برآمدے میں رہ لے گی تو کیا ہو گا ..... تجھے گھر سے نہیں نکال دیا ہم نے ....." عبدل دوٹوک انداز میں کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ اماں بختے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ روئے یا اسی طرح بیٹھی رہے ..... واقعی کسی نے اسے گھر سے تو نہیں نکالا تھا۔

☆.....☆.....☆

"اماں اب چیزیں اٹھالوں۔" سونو نے اس کا کندھا ہلا کر کہا۔ شام کی اذانیں ہونے لگی تھیں۔ گلی میں بلب جل رہے تھے۔ سونو گم صم بیٹھی اماں بختے کے پاس کھڑا ایک بار پھر اس کا کندھا ہلانے لگا۔ "اب تو کوئی گاہک نہیں آئے گا اماں۔"

اماں نے تھکے ہوئے لہجے میں سونو کا چہرہ دیکھا۔ "ہاں اب تو کوئی ..... کوئی نہیں آئے گا..... اٹھالے چیزیں سونو۔"

☆.....☆.....☆

رضیہ نے پیسوں کا ڈبہ پوری قوت سے اماں کے سامنے صحن میں پھینکا تھا۔ کھنکھناتے سکے ڈبے سے نکل کر پورے صحن میں لڑھکیاں کھانے لگے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

''پھر گھاٹا ..... آج 30 روپے کا گھاٹا اور بڑھیا کہتی ہے میں نے کچھ نہیں کھایا..... کسی کو مفت چیز نہیں دی..... کسی کو ادھار نہیں دیا..... ہر ایک سے گن کے پیسے لیے ہیں..... ارے تو پھر کیا بھوت آ کر کھا جاتے ہیں چیزیں۔'' رضیہ گلا پھاڑ پھاڑ کر صحن کے وسط میں کھڑی چلا رہی تھی اس نے کچھ دیر پہلے ہی حساب کیا تھا.....

''پتا نہیں کب جان چھوٹے گی اس بڑھیا سے اور اس گھاٹے سے .....''

رضیہ بولتے ہوئے اندر چلی گئی۔ اماں بختے نے صحن میں بیٹھے بیٹھے گردن گھما کر برآمدے میں بیٹھے کھانا کھاتے ہوئے عبدل کو دیکھا جو سر جھکائے کھانے میں یوں محو تھا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

اماں بمشکل اپنی چارپائی سے کھڑی ہوئی پھر بڑی جدوجہد کے ساتھ صحن کے بیچ میں بیٹھ کر اس نے زمین پر پھیلے سکوں کو ٹٹول کر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ وہ ساتھ بڑبڑا رہی تھی۔ ''گھاٹے کی سمجھ نہیں آئی..... روز گھاٹا کیسے ہو جاتا ہے..... روز تو نہیں ہونا چاہیے۔ آخر 30 روپے کی چیزیں کون کھا گیا.....'' وہ سکے اکٹھے کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ تبھی سونو اندر سے بھاگتا آیا۔ ''ٹھہر اماں میں جمع کرتا ہوں.....'' اس نے بھاگ بھاگ کر صحن میں بکھرے وہ دس پندرہ سکے دو منٹ میں جمع کر لیے تھے۔

اماں صحن کے وسط میں ڈبے کے پاس بیٹھی سونو کو سکے جمع کرتی دیکھتی رہی۔ سونو نے سکے جمع کرنے کے بعد انہیں لا کر اماں کے ڈبے میں ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے بڑی معصومیت کے ساتھ اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''سارے پیسے اکٹھے کر کے ڈبے میں ڈال دیے ہیں گھاٹا تو نہیں ہوا نا.....؟'' اس کے لہجے میں عجیب سی تشویش تھی۔

www.pdfbooksfree.pk پیشکش

اماں کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی۔ پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے نم آنکھوں کے ساتھ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں گھاٹا نہیں ہوا..... گھاٹا نہیں ہوا مجھے۔'' سونو کی آنکھوں میں بے حد فخر یہ چمک نمودار ہوئی تھی۔

☆.....☆.....☆

PDFBOOKSFREE.PK

کنکر

عمیرہ احمد گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ سے انگریزی میں ایم اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ آرمی پبلک کالج کے کیمبرج ونگ سے منسلک رہیں۔ انہوں نے اپنے تحریری سفر کا آغاز مختلف ڈائجسٹوں سے کیا اور اس وقت وہ مختلف ٹی وی چینلز کے لئے اسکرپٹ رائٹنگ کر رہی ہیں۔ 2007ء میں انہوں نے آرون فاؤنڈیشن انگلینڈ کے Totleigh Barton سینٹر سے سکرپٹ رائٹنگ اور creative writing کے کچھ کورسز بھی کیے۔ 2005ء میں اپنے پہلے سیریل وجودِ لاریب کے لیے انہوں نے انڈس ویژن کا بیسٹ رائٹر ایوارڈ حاصل کیا۔ 2006ء میں بیسٹ ینگ ٹیلنٹ اِن رائٹنگ کا پاپولر ایوارڈ حاصل کیا۔ 2010ء اور 2011ء میں بیسٹ سکرپٹ رائٹر کا پاکستان میڈیا ایوارڈ حاصل کیا۔ 2011ء میں انہوں نے بیسٹ سکرپٹ رائٹر کا لکس سٹائل ایوارڈ حاصل کیا۔ 2013ء اور 2014ء میں انہوں نے ''ہم ٹی وی'' ایوارڈز میں بیسٹ رائٹر کا ایوارڈ حاصل کیا۔ اب تک ان کے بائیس سیریلز اور تین ٹیلی فلمز مختلف ایوارڈز اور نامزدگیاں حاصل کر چکے ہیں۔

دو ہزار سولہ میں انہوں نے پاکستان کے پہلے ڈیجیٹل پبلشنگ پلیٹ فارم ''الف کتاب'' کا آغاز کیا۔ اُن کی چھے کتابیں اب تک پاکستان اور ہندوستان میں انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

1۔ پیرِ کامل ﷺ
2۔ آبِ حیات
3۔ عکس
4۔ Lahasil (Translation)
5۔ PireKamil(Translation)
6۔ ManoSalva(Translation)
7۔ Aks (Translation)
8۔ Imaan,Umeed aur Mohabbat(Under Process)
9۔ ہم کہاں کے سچے تھے
10۔ دربارِ دل
11۔ تھوڑا سا آسماں
12۔ زندگی گلزار ہے
13۔ لاحاصل
14۔ امربیل
15۔ ایمان، امید اور محبت
16۔ سحر ایک استعارہ ہے
17۔ من وسلویٰ
18۔ حاصل
19۔ حسنہ اور حسن آراء
20۔ میں نے خوابوں کا شجر دیکھا ہے
21۔ میری ذات ذرّہ بے نشاں

ISBN 978-969-7779-17-8

الف کتاب پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
43/10-11 ایف سی سی ولاز، گلبرگ IV، لاہور
فون: 042-35754344 | www.alifkitab.com
ALIF KITAB